۸

داستانِ وحی

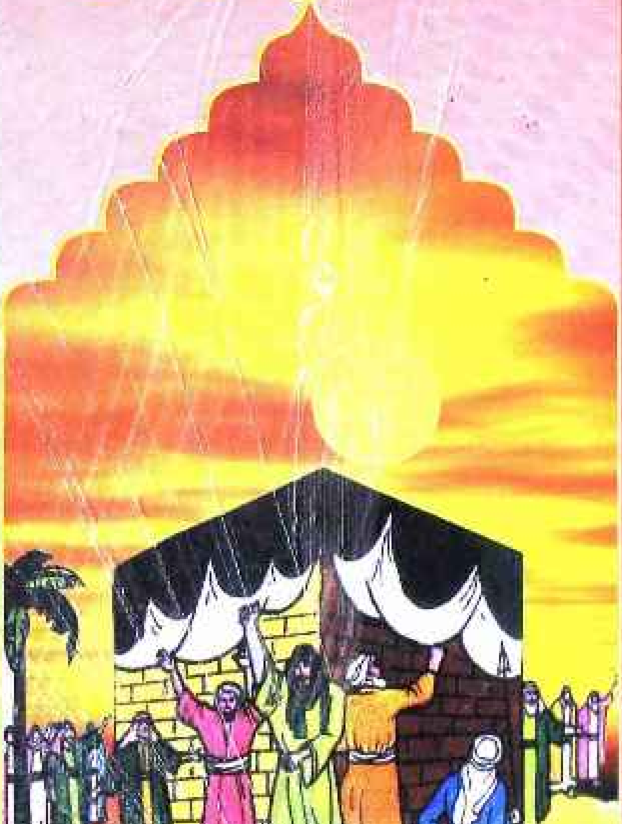

50

قرآنی آیات کی شانِ نزول، داستانی انداز میں

۱

داستانِ وحی

تالیف:

رضا شیرازی

ACC No.........................
Section.................Shelf.................
S.D. Class..............................
NAJAFI BOOK LIBRARY

ترجمہ:

سجاد حسین مہدوی

پیشکش:

مرکز علم و عمل کراچی

فون: 6622656

حسن علی
بڑا امام بارگاہ

4330
mail: hassanalibook pot@yahoo.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب:	داستانِ وحی:
تالیف:	رضا شیرازی
ترجمہ:	سجاد حسین مہدوی
کمپوزنگ / ڈیزائننگ:	طاہرہ گرافکس ناظم آباد۔ کراچی
اشاعت اوّل:	اکتوبر 2004ء
ناشر:	شعبۂ تعلیم و تربیت مرکز علم و عمل کراچی
	پوسٹ بکس۔ 2157 ناظم آباد۔ کراچی

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	جان کا سودہ	۷
۲۔	ماہ حرام میں جنگ	۱۱
۳۔	بچوں کے بارے میں انسان۔۔	۱۶
۴۔	مسجد میں عیسائی	۱۹
۵۔	سفید پتھر کا واقعہ	۲۴
۶۔	مباہلہ	۳۰
۷۔	خدا کی رسی	۳۶
۸۔	کیا محمدؐ شہید ہو گئے؟	۴۰
۹۔	مکار یہودی	۴۵
۱۰۔	کس طرح فیصلہ کریں؟	۵۰
۱۱۔	رسولؐ خدا پر اعتراض	۵۵
۱۲۔	آپ سے دوری نا قابل برداشت	۵۹
۱۳۔	تم نے مسلمان کو قتل کیا ہے	۶۳
۱۴۔	شکست کے بعد کامیابی	۶۸
۱۵۔	غدیر خم کا ماجرا	۷۳
۱۶۔	رکوع میں زکوٰۃ	۸۱
۱۷۔	ہجرت حبشہ	۸۴
۱۸۔	گوشہ نشینی	۹۵

پیش لفظ

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْآنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ

قرآن حکیم انسانی زندگی کے لئے وہ واحد عملی راستہ ہے جو اسے دنیا اور آخرت کی کامیابی سے ہم کنار کرسکتا ہے۔ اس کی تعلیمات ہر دور کے انسان کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

بقولِ امیر المومنین:

"۔۔۔ پھر آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جو (سراپا) نور ہے۔ جس کی قندیلیں گل نہیں ہوتیں، ایسا چراغ ہے جس کی لو خاموش نہیں ہوتی ۔۔ ایسی راہ ہے جس میں راہ پیمائی بے راہ نہیں کرتی ۔۔۔ وہ (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی ہے جس کی دلیل کمزور نہیں پڑتی ۔۔۔ وہ سراسر شفا ہے جس کے ہوتے ہوئے روحانی بیماریوں کا کھٹکا نہیں۔"

یعنی اس کی آیات ہمیشہ تر و تازہ رہتی ہیں اور کبھی کہنہ نہیں ہوتیں۔ اس کے بیان کردہ قصے اگرچہ ہزاروں سال پہلے گزری ہوئی اقوام کے ہیں لیکن یہ قصے آج بھی قابلِ ہدایت ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر کسی قوم پر کوئی آیت نازل ہو اور وہ قوم مر جائے اور اس قوم کے ساتھ وہ آیت بھی مر جائے تو قرآن میں سے کچھ بھی باقی نہ رہ جائے۔ مگر ایسا نہیں۔ جب تک آسمان اور زمین موجود ہیں گذشتہ لوگوں کی طرح آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی اس کی ہدایت کا سلسلہ جاری رہے گا اور قرآن میں ہر قوم و ملت کے بارے میں ایک آیت موجود ہے جس میں ان کی اچھی یا بری سرنوشت و تقدیر اور انجام کا ذکر ہے۔"

قصص قرآنی پر مشتمل بہت سی کتب منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن اب تک شانِ نزول پر کوئی کتاب موجود نہیں صرف بعض تفاسیر میں شانِ نزول کا مختصر تذکرہ موجود ہے۔ لہذا قرآن فہمی کے لئے ضروری تھا کہ اس سے متعلق کوئی کتاب شائع کی جاتی۔

رضا شیرازی صاحب نے ایک خوبصورت اور دلچسپ انداز میں یہ کام کیا اور شانِ نزول کو قصوں کی صورت میں بیان کیا ہے۔ یہ کام اپنی نوعیت کا منفرد کام تھا۔ اس کی اہمیت کے پیشِ نظر ہم نے ضروری سمجھا کہ اس کا ترجمہ اپنے قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

اس کتاب میں مولف نے اس بات کو خاص اہمیت دی ہے کہ شانِ نزول کو اس طرح سے بیان کیا جائے کہ اس زمانے کے حالات ذہن میں مجسم ہو جائیں۔ اس کے لئے مولف نے اپنی قوت تخیل کو استعمال کیا ہے تاکہ واقعات بہتر طور پر ذہن نشیں ہو جائیں۔

یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ یہ واقعات قرآن مجید کی آیات کی ترتیب کے مطابق ہیں اور تاریخی ترتیب اس میں ملحوظ نہیں رکھی گئی۔ ہماری کوشش ہے کہ دوسرے مرحلے میں تاریخی ترتیب کے مطابق ان واقعات کو مرتب کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اس نورانی کتاب سے اپنے دلوں کو منور کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

شعبۂ تحقیق و ترجمہ

مرکز علم و عمل

کراچی

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے فرمایا:
اے فرزند! اگرچہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھیں پھر بھی میں نے ان کی کارگزاریوں کو دیکھا، ان کے حالات و واقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیر و سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہی میں کا ایک ہو چکا ہوں بلکہ ان سب کے حالات و معلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔ چنانچہ میں نے صاف کو گندے اور نفع کو نقصان سے الگ کر کے پہچان لیا ہے۔

۱۔ جان کا سودا

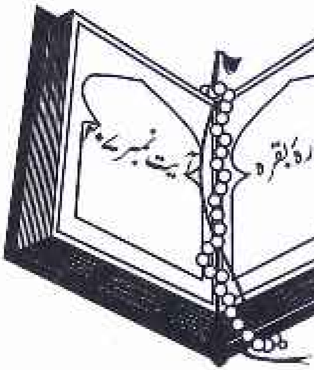

اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

فرشتے خاموش اور منتظر ہیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہونے لگتی ہے تو فرشتوں کی حالت ایسی ہو جاتی ہے جیسے کوئی انسان سالہا سال سے کسی دوست کا انتظار کر رہا ہو، اور اب اس کے آنے کی خبر ملی ہو۔ بالآخر جبرئیل اور میکائیل سے خطاب ہوا:

''میں نے تمہیں ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ رکھی ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ تم میں سے کون دوسرے کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈالے گا؟''

سب منتظر ہیں کہ پہلے کون جواب دیتا ہے۔ لیکن دونوں عظیم فرشتے خاموش کھڑے ہیں اور کوئی بھی دوسرے کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ ایسا ہی ہوگا، اس لئے فرمایا:

''اب دیکھو علی پیغمبر کے بستر پر سو رہے ہیں۔ وہ رسول کے لئے اپنی جان کی قربانی دے رہے ہیں۔ تم دونوں زمین پر جاؤ اور اس کی حفاظت کرو۔''

آج کی رات لیلۃ المبیت ہے۔ یعنی یہ وہ رات ہے جب رسول خدا کو مکہ سے نکل جانا ہے۔ یہ ہجرت کی رات ہے۔

ہجرت کر کے یثرب جانا تھا اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کب تک وہاں ٹھہرنا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ جب تک مکہ کے حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے، انہیں یثرب ہی میں رہنا تھا۔

لیکن ہجرت کی شب کسی نہ کسی کو اُن کے گھر میں رہنا ہوگا تا کہ مشرکین یہی سمجھیں کہ اللہ کے رسول اپنے گھر میں موجود ہیں۔ اور آج کی رات رسول اللہ کے گھر میں رہنے والا شخص ایسا ہونا چاہیے جس کو اللہ پر پورا بھروسہ ہو اور وہ رسول اللہ پر اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا انسان کون ہوگا جو شبِ ہجرت رسول اللہ کے بستر پر سو جائے؟ لیکن کوئی بھی اس پر تیار نہیں ہے؟ کیونکہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ پیغمبر کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا ہے اور کافر جوان لڑکے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے کھڑے ہوئے ہیں تا کہ رات کے وقت حملہ کر کے رسول اللہ کو قتل کر دیں۔ مشرکوں نے سوچا تھا کہ مکہ کے ہر قبیلے سے چند جوانوں کو چنا جائے تا کہ تمام قبیلے رسول اللہ کے قتل میں شریک ہو جائیں۔ اس طرح بنی ہاشم کسی سے بھی انتقام نہیں لے سکیں گے۔

یہ رات کتنی عجیب رات ہے! آج جو بھی رسول اللہ کے گھر میں رُکے گا، اسے اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھنا ہوگا کیونکہ کسی بھی وقت تلواریں رسول اللہ کے بجائے اس کے بدن کے ٹکڑے کر سکتی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کے موقع پر علی علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں:

"اے علی! میرے بستر پر سو جاؤ اور وہ سبز چادر جو میں اوڑھتا ہوں، اوڑھ لو۔ تا کہ مشرکین یہی سمجھیں کہ میں گھر میں موجود ہوں۔"

علی علیہ السلام نے اللہ کے رسول کی بات پر عمل کیا۔ اللہ جانتا ہے کہ رسول اللہ کے لئے جان دینے والا علی کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

جبرئیل اور میکائیل کو بھی معلوم ہے کہ اللہ کے نزدیک علی کی منزلت کیا ہے؟ اس کے بعد دونوں عظیم فرشتے زمین پر تشریف لائے تا کہ حضرت علی علیہ السلام کی حفاظت کریں۔ چنانچہ میکائیل علیؑ کے پیروں کی جانب اور جبرئیل ان کے سرہانے کی جانب

کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے:

"واہ واہ اے علی! اللہ تمہارا نام لے کر فرشتوں پر افتخار کرتا ہے۔"

اسی وقت رسولِ خدا پر وحی نازل ہوتی ہے کہ

ترجمہ: اور لوگوں میں وہ بھی ہیں جو اپنے نفس کو مرضی پروردگار کے لئے بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔

۲۔ ماہ حرام میں جنگ کرنے سے زیادہ بڑا گناہ

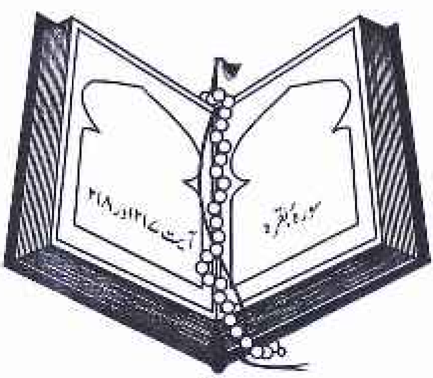

اے پیغمبر! یہ آپ سے محترم مہینوں کے جہاد کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ ان میں جنگ کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور راہِ خدا سے روکنا اور خدا اور مسجد الحرام کی حرمت کا انکار ہے اور اہلِ مسجد الحرام کا وہاں سے نکال دینا خدا کی نگاہ میں جنگ سے بھی بدتر گناہ ہے اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور یہ کفار برابر تم لوگوں سے جنگ کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے امکان میں ہو تو تم کو تمہارے دین سے پلٹا دیں۔ اور جو بھی اپنے دین پلٹ جائے گا اور کفر کی حالت میں مر جائے گا اس کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور وہ جہنمی ہوگا اور وہیں ہمیشہ رہے گا۔

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا وہ رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے کا قیام شروع ہو چکا تھا اور جو اسلامی حکومت یہاں قائم ہوئی تھی وہ آہستہ آہستہ مضبوط ہوتی جارہی تھی۔ اسی دوران رسول خدا ﷺ کو اطلاع ملی کہ مشرکین مکہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو بلایا اور اسے ایک خط دے کر فرمایا: آٹھ مہاجروں کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کی طرف چلے جاؤ۔ دو دن کا راستہ طے کرنے کے بعد اس خط کو کھول کر پڑھ لینا۔ خط پڑھنے کے بعد نخلہ چلے جانا اور وہیں رہ کر قریش پر نظر رکھنا اور اُن کی خبریں ہمیں بھیجتے رہنا۔

عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق خط پڑھا اور پھر اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا: ''دوستو! جو شہادت کے لئے تیار ہو، وہ میرے ساتھ آجائے۔ جان لو کہ مجھے رسول خدا ﷺ نے تم لوگوں کو اس معاملے میں مجبور کرنے سے منع کیا ہے۔''

عبداللہ کے ساتھ آنے والوں میں سے کسی نے بھی اُن کا ساتھ نہیں چھوڑا اور پورے عزم و ارادے کے ساتھ عبداللہ کے ساتھ نخلہ پہنچ گئے۔

چند دنوں بعد کفارِ قریش کا بھی ایک قافلہ عمرو بن حضرمی کی قیادت میں وہاں پہنچ گیا۔ عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا کہ اب اس قافلے کے ساتھ کیا کیا

جائے۔ ایک نے کہا:

"رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بغیر ہمیں کچھ نہیں کرنا چاہیے۔"

"انہیں موقع نہیں دینا چاہیے کیونکہ اگر یہ لوگ حرم کی حدود میں داخل ہوگئے تو پھر ہم کچھ نہیں کرسکیں گے۔" دوسرے نے مشورہ دیا۔

"ہم ان کے ساتھ جنگ کریں گے، ہم اپنی جان لڑا دیں گے۔" ایک اور مسلمان نے اپنے عزم کا اظہار کیا۔

سب لوگوں نے اسی قسم کے مشورے دیے۔ سب کی بات سننے کے بعد عبداللہ بن جحش نے سر جھکا کر کچھ دیر غور و فکر کیا اور فیصلہ کرنے کے بعد سر اٹھا کر کہنے لگا: "دوستو! میں نے آپ لوگوں کے مشوروں پر غور و فکر کرلیا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ بہتر ہے کہ دشمن پر حملہ کردیا جائے۔"

مسلمانوں نے عبداللہ بن جحش کی اطاعت کی اور اپنے سربراہ کے حکم کے مطابق دشمن پر ایسا حملہ کیا کہ وہ لوگ بری طرح گھبرا گئے اور ان کا قافلہ سالار عمرو بن حضرمی مارا گیا۔

جب عبداللہ بن جحش مدینہ پہنچے تو ان کے ساتھ مشرکین مکہ کے دو قیدی بھی تھے جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کردیے اور رسول اللہ کو دشمن پر حملے کی ساری تفصیلات بھی بتادیں۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں نے تمہیں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ ماہ حرام میں جنگ کیوں کی؟" (ماہِ حرام یعنی وہ مہینے جن میں جنگ کرنا حرام ہے۔ یہ مہینے رجب، ذیقعدہ، ذی‌الحجہ اور محرم ہیں)

یہ کہہ کر حضور ؐ جنگی قیدیوں اور غنیمت کی طرف توجہ کیے بغیر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن جحش اور ان کے ساتھی بہت پچھتائے کہ

اے کاش ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا!

کاش دشمن کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہوتا!

سب سے زیادہ عبداللہ پریشان اور غمگین تھے اور اپنے آپ کو ہی مجرم سمجھ رہے تھے؛ کیونکہ اسی نے رسول اللہ ﷺ کی بات پر عمل نہیں کیا تھا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کو طعنے دینا شروع کر دیے۔ جس کی وجہ سے ان کو بہت ذہنی کوفت ہوتی تھی۔

مدینہ کے منافقوں نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور ہر وقت عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنے لگے: ''لگتا ہے کہ محمد، ماہِ حرام میں بھی جنگ کرنا جائز سمجھتے ہیں!''

عبداللہ چیخ اٹھتے کہ نہیں غلطی میری ہے کہ میں نے رسول اللہ کی باتوں پر عمل نہیں کیا۔

لیکن مشرکوں کا مقصد تو صرف عبداللہ اور دوسرے مسلمانوں کو تنگ کرنا تھا اس لئے وہ عبداللہ بن جحش کی باتوں کو سنے بغیر صرف طعنے دیتے رہے اور تہمتیں لگاتے رہے۔

ایک دن عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے اور پریشانی سے کہنے لگے: ''یا رسول اللہ! ہر آدمی مجھے اور میرے ساتھیوں کو طعنے دیتا ہے اور تنگ کرتا رہتا ہے۔ کیا ہمارا جرم اتنا بڑا ہے؟''

پیغمبر خاموش ہیں اور وحی نازل ہو رہی ہے۔ کچھ دیر بعد رسول اکرم ﷺ نے خدا کا پیغام سنایا کہ

اے پیغمبر! یہ آپ سے محترم مہینوں کے جہاد کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تو آپ کہہ دیجئے کہ ان میں جنگ کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور راہِ خدا سے روکنا اور خدا اور مسجد الحرام کی حرمت کا انکار ہے اور اہلِ مسجد الحرام کا وہاں سے نکال دینا خدا کی نگاہ میں جنگ سے بھی بدتر گناہ ہے اور فتنہ تو قتل سے بھی

بڑا جرم ہے۔۔۔۔

جب اللہ کے رسول ﷺ نے یہ آیت سنائی تو عبداللہ مطمئن ہو گئے کہ شاید اب اُن کے عمل کی کوئی جزا بھی ان کو مل جائے۔ اسی لیے اس نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

''یارسول اللہ! ہم نے اللہ کی جانب سے جزا کی خاطر دشمنوں سے جنگ کی تھی۔ کیا ہمیں مجاہدوں کا ثواب حاصل ہوگا؟''

اس کے سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی:

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور راہِ خدا میں جہاد کیا وہ رحمتِ الٰہی کی امید رکھتے ہیں اور خدا بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

۴. بچوں کے بارے میں انسان کی ذمہ داری

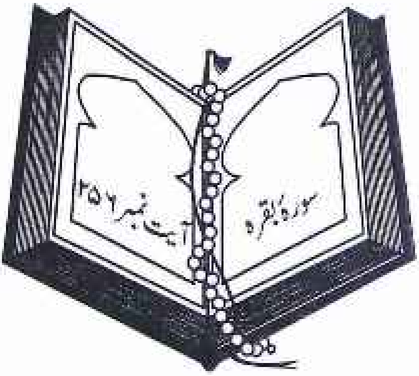

دین میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے الگ اور واضح ہو چکی ہے۔ اب جو شخص بھی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کی مضبوط رسی سے متمسک ہو گیا ہے جس کے ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے اور خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے۔

حسین نے جب سے یہ بات سنی ہے تب سے وہ بہت پریشان ہے۔ اگرچہ وہ اس سے پہلے بھی اس قسم کی باتیں سُن چکا تھا لیکن آج جس نے یہ اطلاع دی ہے، اس کے لہجے میں شک اور تردد کا شائبہ بھی نہیں تھا۔ وہ بالکل ایسے بیان کر رہا تھا جیسے ایک انسان اپنی آنکھوں سے کوئی واقعہ دیکھے اور پھر اسے بیان کرے۔

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد حسین نے اپنی کمر سیدھی کی اور کہنے لگا: ''میں حضورؐ کے پاس جاتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں کہ وہ میرے بچوں کے ساتھ بات کریں۔ شاید رسول اللہ کی باتیں سُن کر میرے بچے گمراہی سے باز آجائیں۔''

''ہاں ٹھیک ہے! وہ ضرور تمہاری مدد کریں گے۔'' خبر لانے والے نے بھی اس کی تائید کی۔

حسین اسی وقت مسجد میں چلا گیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس وقت آپؐ مسجد میں ہی ملیں گے۔ حضورؐ کے سامنے پہنچ کر حسین لرزتی ہوئی آواز میں کہنے لگا:

''یارسول اللہ! میرے دو بیٹے عیسائی ہو گئے ہیں۔۔''

''کس طرح؟''

حصین کچھ دیر خاموش رہا، پھر کہنے لگا: ''تجارت کے لئے جو عیسائی مدینہ آتے ہیں، انہوں نے میرے بچوں کو ورغلایا اور گمراہ کیا ہے۔۔۔ آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ میرے بیٹے اسلام چھوڑ چکے ہیں اور گمراہ ہوگئے ہیں۔''

پیغمبر اکرم ﷺ یہ سُن کر خاموش ہوگئے کچھ سوچنے لگے۔ ادھر حصین بھی تھوڑی دیر خاموش رہا پھر سر اٹھا کر بولا:

''زبردستی ہی سہی! طاقت کے زور پر ہم انہیں راہِ راست پر لے آئیں گے۔ میں کیسے اپنے بچوں کو گمراہی میں دیکھ سکتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے دوبارہ سر جھکا لیا۔

رسول اللہ ﷺ ابھی تک خاموش ہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے اُن پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ کیونکہ جب بھی ان پر وحی نازل ہوتی ہے تو اُن کی حالت کچھ ایسی ہی ہو جاتی ہے۔ بالآخر آپؐ نے سر اٹھایا اور فرمایا:

''دین قبول کرنے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ کیونکہ
دین میں کسی طرح کا جبر نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے الگ اور واضح ہو چکی ہے۔ اب جو شخص بھی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کی مضبوط رسی سے متمسک ہوگیا ہے جس کے ٹوٹنے کا امکان نہیں ہے اور خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی ہے۔

اس آیت نے ایسی نافرمان اولاد کے بارے میں والدین کی ذمہ داری واضح کر دی ہے جو خدا اور رسول کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔ چنانچہ جب حصین نے یہ آیت سنی تو وہ مطمئن ہو گئے اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

☆......☆......☆

۴. مسجد میں عیسائی

الم۔

اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شے اسی کے طفیل میں قائم ہے۔

اس نے آپ پر وہ برحق کتاب نازل کی ہے جو تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور توریت وانجیل بھی نازل کی ہے۔

اس سے پہلے لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب بھی نازل کی ہے۔ بیشک جو لوگ آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں ان کے واسطے شدید عذاب ہے اور خدا سخت انتقام لینے والا ہے۔

خدا کے لئے آسمان وزمین کی کوئی شے مخفی نہیں ہے۔

وہ خدا جس طرح چاہتا ہے رحمِ مادر کے اندر تصویریں بناتا ہے اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ صاحبِ عزت بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی--------

مدینہ میں شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ مسجد النبی میں مسلمان حضورؐ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے۔ ابھی نماز ختم نہیں ہوئی تھی کہ نجران کے رہنے والے عیسائی مسجد میں داخل ہو گئے۔

نماز ختم ہونے کے بعد مسلمان حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگے۔ اُن کے رنگ برنگے اور چمکدار لباس دیکھ کر سب لوگ حیران تھے۔ ایک مسلمان جو اُچک اُچک کر عیسائیوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا، حیران ہو کر کہنے لگا: "ایسے چمکدار اور زرق برق لباس میں نے تو پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔"

"دیکھو تو سہی کیسے سرخ و سفید اور خوبصورت لوگ ہیں۔" برابر والا بھی بول اٹھا۔

سارے عیسائی مسجد میں ایک کونے میں جمع ہو گئے تو انہوں نے ایک گھنٹی نکالی جسے وہ عبادت کے وقت بجایا کرتے ہیں۔ گھنٹی کی آواز سنتے ہی تمام عیسائیوں نے مشرق کی طرف رُخ کیا اور نماز پڑھنے لگے۔

یہ منظر مسلمانوں نے پہلی بار دیکھا تھا اور ان کے لئے بہت حیرت انگیز تھا۔ وہ سب یہ سوچ رہے تھے کہ مسجد میں عیسائیوں کی گھنٹی اور ان کی نماز؟ یہ سب کیا ہے؟

کچھ مسلمان تو یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہنے لگے کہ ہم ان کی

نماز خراب کر دیں گے لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''وہ جو کر رہے ہیں، انہیں کرنے دو۔''

نماز پڑھنے کے بعد دو عیسائی بزرگ کھڑے ہوئے اور رسول اکرم ﷺ کے پاس آ گئے تاکہ اپنے عقائد بتائیں اور اسلام کے بارے میں معلومات کریں۔

جب تک وہ دونوں بولتے رہے، پیغمبر اکرم ﷺ خاموش رہے اور ایک مہربان مسکراہٹ کے ساتھ ان کو دیکھتے رہے۔ جب آپؐ کی باری آئی تو مضبوط دلیلوں اور منطقی انداز سے عیسائیوں کو اسلام لانے کی دعوت دی اور فرمایا: ''۔۔۔ خدائے واحد پر ایمان لے آؤ اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔''

''ہم آپ سے پہلے ہی خدا کے حکم کے سامنے تسلیم ہو چکے ہیں۔'' ایک نے جواب دیا۔

''تم کس طرح تسلیم ہوئے ہو؟'' پیغمبر اکرم ﷺ نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''آپ نے دیکھ تو لیا کہ ہم نے ابھی نماز پڑھی ہے۔'' عیسائی نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''لیکن تمہارے عمل سے تو نہیں لگتا کہ تم نے خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔'' حضورؐ نے فرمایا۔

''اے محمد! تم ہمارے عمل پر کس طرح اعتراض کر سکتے ہو حالانکہ تم نے دیکھ لیا کہ ہم خدا کی پرستش کرتے ہیں؟'' ان دونوں میں سے جو زیادہ بوڑھا تھا، اس نے پوچھا۔

''تم نے خدا کے لئے بیٹا بنا لیا ہے اور عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے ہو؛ سور کا گوشت کھاتے ہو اور صلیب کی عبادت کرتے ہو۔ یہ سب باتیں دینِ حق کے خلاف ہیں۔'' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''اگر عیسیٰ خدا کے بیٹے نہیں تھے تو پھر کس کے بیٹے تھے؟'' انہوں نے سوال کر لیا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی سیاہ آنکھوں سے ان کی طرف دیکھتے ہوئے سوال فرمایا:

''کیا تم لوگ یہ بات تسلیم کرتے ہو کہ ہر بیٹا اپنے باپ جیسا ہوتا ہے؟''

''بالکل ٹھیک ہے۔ ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں۔'' فوراً جواب ملا۔

''کیا تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ ہر چیز پر احاطہ رکھتا ہے۔ وہ قیوم ہے اپنی ہر مخلوق کو وہی روزی دیتا ہے؟'' رسول اللہ ﷺ نے سوال کیا۔

''ہاں! ہمارا یہی عقیدہ ہے۔'' اس مرتبہ بھی فوراً جواب دیا گیا۔

''کیا حضرت عیسیٰ بن مریم کی بھی یہی صفات ہیں؟'' حضورؐ نے ایک بار پھر سوال کیا۔

''نہیں!'' مایوسی سے جواب دیا گیا۔

''کیا تم مانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے بارے میں جانتا ہے؟'' ایک بار پھر سوال فرمایا۔

اس مرتبہ دونوں نے فوراً جواب دیا: ''ہمارا خدا کے بارے میں یہی اعتقاد ہے۔''

''کیا خدا نے جو کچھ عیسیٰ کو سکھایا تھا اس کے علاوہ بھی انہیں کچھ معلوم تھا؟'' سوال فرمایا۔

''نہیں! عیسیٰ کو صرف وہی معلوم تھا جو خدا نے انہیں بتایا۔'' ایک نے فوراً جواب دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے فرمایا: ''کیا عیسیٰ بھی دوسرے بچوں کی طرح پیدا نہیں ہوئے؟ کیا عیسیٰ ولادت کے بعد بچوں کی طرح کھانا نہیں کھاتے تھے؟''

دونوں عیسائی پریشانی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اس کے بعد ایک نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: ''ہاں عیسیٰ دوسرے بچوں کی طرح کھانا کھایا کرتے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم کس طرح کہہ سکتے ہو کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔''

جب عیسائیوں کو کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا تو وہ خاموش ہو گئے اور انہوں سے سر جھکا لیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خاموش ہو کر سر جھکا لیتے ہیں کیونکہ وحی کے نزول کے آثار شروع ہو چکے ہیں اور بہت ساری آیات نازل ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ:

۔۔۔ اللہ جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے اور وہ ہمیشہ زندہ ہے اور ہر شے اسی کے طفیل میں قائم ہے۔

اس نے آپ پر وہ برحق کتاب نازل کی ہے جو تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور توریت وانجیل بھی نازل کی ہے۔

اس سے پہلے لوگوں کے لئے ہدایت بنا کر اور حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب بھی نازل کی ہے۔۔۔۔۔

سورۂ آل عمران کی تقریباً ۸۰ آیتیں اسی وقت نازل ہوئیں جن میں عیسائیوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا گیا۔

۵۔ سفید پتھر کا واقعہ

پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ خدایا! تو صاحب اقتدار ہے۔ جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلب کر لیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے۔

اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح صبح سے شام تک جانفشانی کے ساتھ محنت ومشقت کیا کرتے تھے۔ مدینہ کے اردگرد خندق کی کھدائی جلد سے جلد مکمل کرنا بہت ضروری تھا۔ کیونکہ کافروں اور یہودیوں کے جو گروہ اسلام کو اپنے لئے ایک بہت بڑا خطرہ سمجھتے تھے، ان سب نے متحد ہوکر مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔

خندق کھودنے کا یہ مشورہ سلمان فارسیؓ نے دیا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے مدینہ کے مسلمانوں کو بلاکر ان سے شہر کے دفاع کے بارے میں مشورہ کیا تو تمام لوگوں نے اپنی اپنی رائے دی تھی لیکن جب سلمان فارسیؓ کی باری آئی تو انہوں نے کہا:

''ہمارے علاقے (ایران) میں جب کسی شہر کے لوگ دشمن کے محاصرے میں گھر جاتے ہیں تو اپنے شہر کے گرد خندق کھود لیتے ہیں تاکہ دشمن آسانی سے شہر میں داخل نہ ہوسکے۔ اس لئے میرے خیال میں ہمیں مدینہ کے چاروں طرف خندق کھودلینی چاہئے۔''

رسول اکرم ﷺ کو سلمان فارسیؓ کا یہ مشورہ بہت پسند آیا اور آپؐ نے خندق کھودنے کا حکم دے دیا تھا۔

اور آج چند دنوں سے مدینہ والوں نے اپنا روزمرہ کا کام کاج چھوڑا ہوا تھا اور شہر کے

اردگرد کی سخت زمین کھودنے میں مصروف تھے۔

گرمی کی شدت بھی مسلمانوں کے عزم و ارادہ کے آگے شکست کھا چکی تھی حالانکہ خوراک کی کمی کی وجہ سے مسلمان بہت پریشان بھی تھے۔

مسلمان دیکھتے تھے کہ اللہ کے رسول ﷺ بھی بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ کر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ خندق کھود رہے ہیں۔ اس لئے کوئی بھی نہ خوراک کی کمی پر اعتراض کرتا اور نہ ہی کام کی سختی پر۔

مدینہ کے اطراف کی زمین انتہائی سخت اور پتھریلی ہے جسے کھودنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، لیکن مسلمان مجاہدوں نے جب اپنے دین اور اپنے وطن کو خطرے میں دیکھا تو ان کے دفاع کے لئے سردھڑ کی بازی لگانے کے لئے تیار ہو گئے۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ خندق کے شمالی حصے میں جب کہ خندق ایک انسان کے قد کے برابر کھودی جا چکی تھی، ایک عجیب واقعہ پیش آیا:

کھدائی کے دوران زمین کے اندر سختی سے گڑا ہوا ایک ایسا سفید پتھر نظر آیا جس کا وزن دو آدمیوں کے برابر ہوگا۔ وہ پتھر اتنا سخت اور مضبوط تھا کہ مدینہ کے طاقت ور ترین لوگ بھی اس کو توڑنے میں ناکام ہو چکے تھے۔ خندق کی کھدائی کے لئے اس کو نکالنا ضروری تھا۔ جب مجاہدین اسلام کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں اور ادھر سورج غروب ہونے لگا تو سلمان فارسیؓ خندق سے باہر نکل آئے۔ ان کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے اور سفید لباس پوری طرح خاک آلود ہو چکا تھا۔ پیشانی سے بندھی ہوئی سبز پٹی نے لمبے بالوں کو چہرے پر آنے سے روکا ہوا تھا۔ وہ تھکے ہوئے بدن اور پریشان چہرے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے جو خندق کے ایک حصے میں کھدائی میں مصروف تھے۔ سلمان فارسیؓ نے آتے ہی خندق کی شمالی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"یارسول اللہ! خندق کے اندر ایک سفید اور مضبوط پتھر ہے جسے توڑنا ہمارے لئے ناممکن ہو چکا ہے۔"

آپؐ نے سلمانؓ جس طرف اشارہ کررہے تھے، اس طرف نظر دوڑائی اور پھر سلمانؓ کے ساتھ اسی جانب چل پڑے۔

پتھر کے گرد کھڑے ہوئے مجاہدوں نے جب اللہ کے رسولؐ کو آتے ہوئے دیکھا تو ان کے لئے راستہ کھول دیا۔ آپؐ پتھر کے قریب جا کر کھڑے ہوئے اور سلمان فارسیؓ کی کدال (زمین کھودنے کا اوزار) اٹھا کر پوری طاقت سے پتھر پر ماری۔ پتھر سے ایک چنگاری نکلی جس سے وہاں کھڑے لوگوں کی آنکھیں چندھیا گئیں۔۔ رسولِ خدا ﷺ نے یہ دیکھ کر تکبیر کی آواز بلند کی تو دوسرے مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی۔

رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ کدال اٹھا کر پتھر پر ماری۔ ایک مرتبہ پھر پتھر سے چنگاری نکلی اور رسول اللہ ﷺ کی تکبیر کے ساتھ وہاں کھڑے مسلمانوں نے بھی صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ اس مرتبہ آواز اتنی تیز تھی کہ مدینہ کے اندر بھی سنائی دی۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس مرتبہ پتھر ٹوٹ گیا۔

اللہ کے رسولؐ نے گہرا سانس لیا اور تیسری مرتبہ کدال پتھر پر ماری۔ اس بار پتھر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا لیکن ایک مرتبہ پھر چنگاری نکلی جس سے خندق ایک لمحے کے لئے روشن ہو گئی۔

یہ دیکھ کر ایک بار پھر اللہ کے رسول نے اللہ اکبر کہا اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے بلند آواز سے تکبیر بلند کی۔ کچھ دیر بعد جب خاموشی چھا گئی تو سلمان فارسیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"آج کا واقعہ کچھ عجیب وغریب محسوس ہو رہا ہے!"

پیغمبر اکرم ﷺ نے خندق کے اندر کدال کو دیوار سے ٹکاتے ہوئے فرمایا:

”جب پہلی چنگاری نکلی تو میں نے اس میں حیرہ اور مدائن (دو بڑے شہروں کے نام) کے محلوں کو دیکھا اور جبریلؑ نے مجھے خوشخبری دی کہ یہ دو شہر اسلام کے پرچم تلے آجائیں گے۔

دوسری چنگاری میں میں نے روم کو دیکھا، اور جبریلؑ نے بتایا کہ روم بھی مسلمانوں کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔

تیسری چنگاری میں صنعاء اور یمن مجھے نظر آئے اور جبریلؑ نے کہا کہ مسلمان ان پر بھی قابو پالیں گے۔ اور میری تکبیریں مسلمانوں کی فتح اور عزت کی تکبیریں تھیں۔۔۔“

جو مسلمان وہاں موجود تھے، وہ یہ باتیں سُن کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

اس پتھر کے واقعے اور رسولِ خدا ﷺ کی بیان کی ہوئی ان باتوں کو سُن کر مجاہدوں کے حوصلے اور بلند ہو گئے اور کچھ ہی دیر میں یہ ساری باتیں مدینہ تک پہنچ گئیں۔

مسلمان یہ خبر سُن کر خوش ہوئے لیکن منافقوں نے یہ باتیں سنیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کیونکہ انہیں یقین تھا کہ مسلمان جنگ میں ہار جائیں گے اور کافر کامیاب ہو جائیں گے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ یہ تھوڑے سے مسلمان جن کی حکومت صرف مدینے کے اندر ہے، وہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو کس طرح شکست دے سکتے ہیں؟!

ان میں سے کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ کبھی مسلمان یہ سب کامیابیاں حاصل بھی کر سکتے ہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ باتیں جو حضورؐ مسلمانوں سے کہتے ہیں، وہ صرف ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہتے ہیں ورنہ یہ صرف خواب وخیال کی باتیں ہیں۔ اسی لئے وہ مدینہ میں مسلمانوں کا راستہ روک روک کر انہیں طعنے دیا کرتے اور کہتے:

”تم کیوں محمدؐ کی باتوں پر خوش ہو جاتے ہو؟ تم تو دشمنوں کے خوف سے خندق کھودنے پر مجبور ہو اور دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو شکست دینے اور ان ملکوں کو فتح کرنے

کے خیالی پلاؤ بنا رہے ہو؟!''

مسلمان، منافقوں کو کوئی جواب نہیں دیتے تھے بلکہ خاموش رہتے اور صبر سے کام لیتے تھے لیکن انھیں اللہ کے رسول ﷺ کی بات پر پورا یقین تھا۔ ان کے صبر اور خاموشی کی وجہ سے مدینہ کے مشرکوں اور منافقوں کی گستاخیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔

منافقوں کے ان طعنوں کی وجہ سے ممکن تھا کہ مدینہ کے مسلمان اندرونی طور پر کمزور ہو جائیں اور جن لوگوں کے ایمان کمزور ہیں، وہ اسلام سے بدگمان ہونے لگیں لیکن انہیں دنوں حضرت جبرئیلؑ رسولِ خدا ﷺ پر نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا:

پیغمبر! آپ کہہ دیجئے کہ خدایا تو صاحبِ اقتدار ہے جس کو چاہتا ہے اقتدار دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے سلب کر لیتا ہے، جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے، سارا خیر تیرے ہاتھ میں ہے اور تو ہی ہر شے پر قادر ہے۔

٦۔ مباہلہ

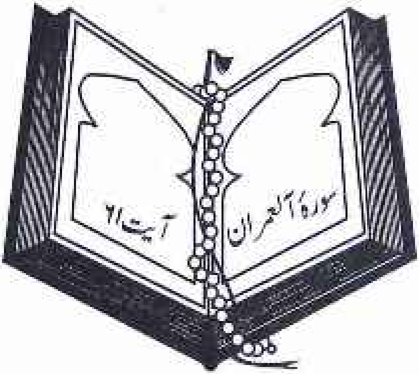

اے پیغمبر! علم آجانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

نجران سے آنے والے ساٹھ سے زیادہ عیسائی مسجد نبوی میں رسولِ خدا ﷺ کی خدمت میں آئے تاکہ آپؐ کے ساتھ بحث مباحثہ اور مناظرہ کریں۔ یہ ذمہ داری دو ایسے عیسائی علماء کو دی گئی تھی جو کئی بار دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے ساتھ بحث کر چکے تھے اور انہیں اس کام میں کافی مہارت حاصل تھی۔

لیکن یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی دلیلوں اور اسلامی عقائد کے مقابلے میں کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے۔ اسی گفتگو کے دوران اللہ کے رسول ﷺ پر قرآن مجید کی ۸۰ آیتیں نازل ہوئیں کہ جن میں عیسائی مذہب کی حقیقت کو بیان کیا گیا؛ لیکن اگر کوئی شخص یہ فیصلہ ہی کر لے کہ اسے ضد پر قائم رہنا ہے اور کوئی بات ماننی ہی نہیں ہے، تو پھر اس کی آنکھیں حقیقت کو دیکھ ہی نہیں سکتیں اور ان کے کان سچ بات کو سُن ہی نہیں سکتے۔

جب بھی رسولِ گرامیؐ عقل کی مدد سے کوئی دلیل پیش کرتے یا ان کے عقائد کے بارے میں کوئی سوال کرتے تو وہ بات بدلتے ہوئے کہتے: ”اے محمد! تم ہمیں کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟“

اور پھر اللہ کے رسول کو وہی باتیں دہرانا پڑتیں جو وہ پہلے بھی کئی بار انہیں بتا چکے تھے۔

''میں تمہیں خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمہ داری اس نے مجھ پر لگائی ہے۔ اور میرا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ بھی اللہ کے بندے ہیں۔''

ان میں سے ایک نے وہی باتیں کرنا شروع کردیں جو وہ پہلے بھی کئی بار کر چکے تھے اور اس کا جواب بھی سُن چکے تھے:

''آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ عیسیٰ بھی اللہ کے دوسرے بندوں کی طرح ایک بندے تھے!''

پھر اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر افسوس سے سر ہلانے لگا۔

لیکن ان کی ہٹ دھرمی کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ موجود رہی اور ان کے چہرے پر ناراضگی یا اکتاہٹ کے کوئی آثار نظر نہیں آئے۔ آپؐ نے فرمایا:

''حضرت عیسیٰ انسانوں کی طرح ہی رہتے تھے۔ دوسروں کی طرح کھانا کھاتے تھے اور۔۔۔''

ایک نے آپؐ کی بات کاٹتے ہوئے کہا: ''کیا حضرت عیسیٰ کی ولادت سے ان کے خدا ہونے کا پتا نہیں چلتا؟''

اس موقع پر ان کے جواب میں سورۂ آلعمران کی آیت نمبر ۵۹ اللہ کے رسولؐ پر نازل ہوئی:

ترجمہ: عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم جیسی ہے کہ انہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھر کہا ہو جا اور وہ ہو گیا۔

یہ سُن کر دونوں عیسائیوں کا منہ لٹک گیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پیغمبر اسلام کو شکست دینے کے لئے اپنے تمام ہیرے جواہرات خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس وقت ایک لمحے کے لئے ان کے ذہن میں یہ خیال بھی آیا کہ ضد چھوڑ کر حق کو بات کو مان لیں لیکن ہٹ دھرمی کی وجہ سے یہ بات ان کے لئے ناممکن ہو گئی تھی۔

ادھر مسلمانوں نے بھی ان علماء کو اچھی طرح پہچان لیا تھا کہ یہ لوگ حق بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور عام لوگوں کی طرح باتیں بنا رہے ہیں۔ یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے راستے میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے پوری طاقت استعمال کرتے ہیں لیکن جب دلیل کی بات آتی ہے تو ان کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہوتا۔

اللہ کے رسولؐ سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ جو مسلمان وہاں پر موجود تھے وہ بھی عیسائیوں کے طرزِ عمل کی وجہ سے اکتا چکے تھے اور ایک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کر رہے تھے:

''میرا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ خود بھی یہاں آ جائیں اور ان کو سمجھائیں تو یہ لوگ ان کی بات بھی نہیں مانیں گے۔''

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ کو بھی نہیں مانتے ہیں۔''

''دیکھو تو سہی کس طرح رسولِ خدا کی طرف دیکھے جا رہے ہیں۔''

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں:

ترجمہ: اے پیغمبر! علم آ جانے کے بعد جو لوگ تم سے کٹ حجتی کریں ان سے کہہ دیجئے کہ آؤ ہم لوگ اپنے اپنے فرزند، اپنی اپنی عورتوں اور اپنے اپنے نفسوں کو بلائیں اور پھر خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں۔

عیسائی علماء نے یہ آیت سنی تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وہ خوفزدہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ لمبی نیند سے بیدار ہوئے ہوں اور اب آہستہ آہستہ ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بحال ہو رہی ہو۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا بولیں؟ کیا جواب دیں؟ جب کافی دیر تک وہ چپ رہے تو خود ان کو شرمندگی ہونے لگی۔ بالآخر ان میں سے ایک نے ہمت کی اور کہا: ''اے محمدؐ! آپ ہمیں کچھ

مہلت دیں تا کہ ہم آپس میں مشورہ کرلیں۔"

حضورؐ نے ان کی درخواست قبول کرلی اور دونوں عیسائی راہب فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس چلے گئے۔ اب وہ سب پریشان تھے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے تھے:

"مباہلہ؟! ہم اس پیشکش پر کس طرح عمل کرسکتے ہیں؟"

"جھوٹوں پر خدا کی لعنت کی درخواست کرنا (مباہلہ) کوئی اتنی معمولی چیز نہیں کہ جس پر اتنی آسانی سے راضی ہو جائیں۔ اسے معمولی نہیں سمجھنا چاہئے۔"

عیسائیوں کے ساتھ ایک ایسا بوڑھا بھی مدینہ آیا تھا، جس کی بھنویں تک سفید ہوچکی تھیں۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر سب کو اپنی جانب متوجہ کیا اور دھیمی آواز میں بولا:

"دوستو! جو میں کہہ رہا ہوں، یہ وہ تجربہ ہے جو ہمیں اپنے آباء واجداد سے ملا ہے۔ ہم مباہلہ کی دعوت قبول کرلیتے ہیں۔ لیکن اگر محمد اپنے ساتھ بہت سے مسلمانوں کو لے کر مباہلہ کرنے آئے تو اس سے معلوم ہوگا کہ وہ بھی اس سے گھبرا رہے ہیں۔ اس صورت میں ہمیں بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ اپنے خاندان کے نزدیک ترین افراد اور اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ آئے تو معلوم ہوگا کہ انہیں مباہلہ کرنے اور کسی کی نفرین سے کوئی خوف نہیں ہے۔ اور یہ کام صرف خدا کا سچا نبی ہی کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں ہم مباہلہ سے پرہیز کریں گے، کیونکہ خدا اپنے نبی کی دعا کو ضرور قبول کرے گا اور اس کا عذاب ہم پر نازل ہو جائے گا۔"

عیسائیوں نے تھوڑی دیر آپس میں بحث کی اور پھر بوڑھے کی تجویز کو قبول کرلیا گیا۔

اس کے بعد انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ۲۴ ذی الحج کو شہر سے باہر ایک میدان میں مباہلہ کا وقت اور جگہ کو طے کرلیا۔

☆......☆......☆

نجران سے آنے والے عیسائی وقت مقررہ سے پہلے میدانِ مباہلہ میں پہنچ گئے۔

جب اللہ کے رسول ﷺ مباہلہ کے لیے تشریف لائے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ ؐ کی گود میں چھوٹا سا بچہ ہے اور دوسرا بچہ آپ ؐ کی انگلی تھامے ہوئے آپ ؐ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ ایک باحجاب عورت اور ایک مرد بھی آپ ؐ کے پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔

عیسائیوں نے اپنے ایک جاننے والے سے جو مدینہ کا رہنے والا تھا، پوچھا:

''یہ جو محمد کے ساتھ آئے ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟''

''وہ مرد علی ہے اور عورت فاطمہ ہیں، محمد کی بیٹی اور جو بچہ گود میں ہے، وہ حسین ہے اور جو بچہ ساتھ ساتھ چل رہا ہے، اس کا نام حسن ہے۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ترین اور عزیز ترین رشتہ دار ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو ان سے سب سے زیادہ محبت ہے۔ انہوں نے مسلمانوں سے کئی بار کہا ہے کہ وہ ان سے محبت کریں اور ان کا احترام بجالائیں۔''

رسولِ خدا ﷺ نے میدانِ مباہلہ میں پہنچ کر علی علیہ السلام و فاطمہ علیہا السلام و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو اپنی عبا کے دامن میں جمع کیا اور دعا کی: ''اے خدا! ہر نبی کے اہلبیت ہوتے ہیں جو خلائق میں بہترین ہوتے ہیں۔ اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ہر قسم کے شک اور گناہ کو ان سے دور کر دے اور انہیں ہر قسم کی خباثت سے محفوظ رکھ۔''

جبرئیلؑ اس موقع پر آیہ تطہیر لے کر نازل ہوئے کہ

بس اللہ کا ارادہ یہ ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک پاکیزہ رکھے جو پاک وپاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔

اس کے بعد پیغمبر اکرم ﷺ ان چاروں افراد کو لے کر مباہلہ کے تیار ہو گئے لیکن مباہلہ شروع ہونے سے پہلے ہی عیسائیوں کا ایک نمائندہ دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا:

''ہم نے مباہلہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور مسلمانوں کی لگائی ہوئی شرائط پر عمل کرنے اور ذمہ ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔''

(۱) اہلبیت علیہم السلام اور خصوصاً پنجتن علیہم السلام کی شان میں نازل ہونے والی آیت تطہیر (سورۂ احزاب آیت نمبر ۳۳) کے لئے مختلف شانِ نزول بیان کی گئی ہیں۔ محترم رضا شیرازی نے اس روایت کا انتخاب کیا ہے۔

۷۔ خدا کی رسی

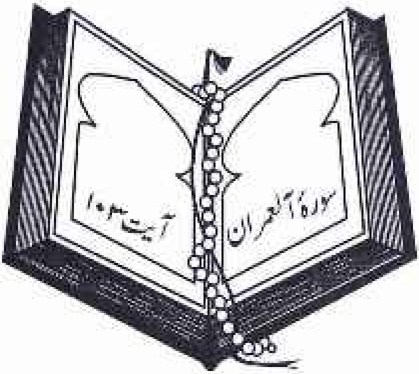

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بن گئے اور تم جہنم کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں نکال لیا۔ اور اللہ اسی طرح اپنی آیتیں بیان کرتا ہے کہ شاید تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔

اوس اور خزرج عرب کے دو بڑے قبیلے تھے جو مدینہ میں رہتے تھے۔ مدینے میں رہنے والے تمام لوگوں کا تعلق ان میں سے کسی ایک سے ہوتا تھا۔ اگر کوئی ایسا شخص مدینے میں رہتا ہو جس کا تعلق ان میں سے کسی سے نہ ہو، تو اسے اوس یا خزرج میں کسی بھی ایک کے ساتھ وابستہ ہونا پڑتا تاکہ مدینہ میں امن وامان کے ساتھ رہ سکے۔

یہ دونوں قبیلے بڑی مدت سے ایک دوسرے کے رقیب تھے اور دونوں کے درمیان بڑی خونریز جنگیں بھی ہو چکی تھیں۔ ان دونوں کی دشمنی کو تقریباً سو سال سے بھی زیادہ کا عرصہ گزر چکا تھا اور اس وقت تک کوئی بھی مصلح ان کے درمیان امن وامان قائم نہیں کر سکا تھا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ میں آمد کے بعد ان دونوں قبیلوں کے درمیان امن قائم ہو گیا اور ان کے اتحاد سے ایک ایسا طاقتور محاذ وجود میں آ گیا جو اسلام کا حامی اور مددگار تھا۔

دین اسلام کے دشمنوں نے جب یہ اتحاد دیکھا تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان دو قبیلوں کے درمیان اختلاف ڈالنے کی کوشش کی جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو اسلام کا دفاع کرنے والے سب سے بڑے اور طاقتور ترین گروہ میں آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی اور وہ خود ہی ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے۔

مدینہ میں رہنے والے منافقین اچھی طرح جانتے تھے کہ اوس وخزرج کے درمیان اختلافات اور دشمنی کی جڑیں ابھی تک موجود ہیں۔ اس لئے وہ موقع کے منتظر تھے کہ یہ چنگاری ایک بار پھر آگ بن جائے اور دینِ اسلام کو نابود کردے۔

ایک دن قبیلہ اوس کے ثعلبہ بن غنم اور قبیلہ خزرج کے اسعد بن زرارہ کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا جو بڑھتے بڑھتے جھگڑے میں تبدیل ہوگیا۔ دونوں بحث مباحثہ میں مصروف ہوگئے اور ایک دوسرے کے خلاف اپنے اپنے قبیلے کی بڑائی بیان کرنے لگے۔

کبھی ثعلبہ چلانے لگتا تو ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کی آنکھیں باہر اُبل پڑیں گی۔ وہ کہتا: ''اے لوگو! خزیمہ بن ثابت جنہیں ذوالشہادتین کہا جاتا ہے اور حنظلہ جنہیں غسیل الملائکہ کا لقب ملا ہے، دونوں کا تعلق ہمارے قبیلے سے ہے۔''

لوگ وہاں مجمع لگائے کھڑے تھے اور چپ چاپ اسے دیکھے جارہے تھے۔ ثعلبہ نے لوگوں کو خاموش دیکھا تو اسے اپنی حمایت سمجھا اور کچھ دیر بعد دوبارہ بول اٹھا: ''اگر میرے قبیلے کی بڑائی کے بارے میں اور بھی کچھ جاننا چاہو تو کچھ اور لوگوں کے بھی نام بتاؤں؟'' اس کے بعد اس نے دو اور بزرگ صحابیوں کا نام لیا اور پھر متکبرانہ انداز میں ایک طرف بیٹھ گیا۔

اب اس کے رقیب اسعد کی باری تھی جس کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا۔ جب اس سے ثعلبہ کی باتیں برداشت نہیں ہوسکیں تو وہ بھی چلا اٹھا: ''اے ثعلبہ! اپنے قبیلے کے بارے میں بڑی فخریہ باتیں کررہے ہو۔ لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ اُبی بن کعب، معاذ بن جبل اور زید بن ثابت کا تعلق ہمارے قبیلے خزرج سے ہے۔''

پھر ایک گہرا سانس لینے کے بعد لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا: ''اے لوگو! سعد بن عبادہ جو مدینہ والوں کا نمائندہ ہے، کیا اس کا تعلق خزرج سے نہیں ہے؟''

''ہاں اس کا تعلق خزرج ہی سے ہے۔'' بھیڑ میں موجود ایک بوڑھے نے جواب دیا۔

''بوڑھے! خاموش رہو!'' ایک اور نے ڈپٹ کر کہا۔

''سچ بولنے والی زبان کو چپ کرانے والے تم کون ہوتے ہو؟'' مجمع میں سے ایک نے بوڑھے کی حمایت میں بولنا شروع کیا۔

اب تو ہر طرف تو تو میں میں ہونے لگی اور ایسا محسوس ہونے لگا جیسے ابھی ہاتھا پائی شروع ہو جائے گی۔ کچھ لوگ تو اپنے اپنے گھروں کی طرف بھی چلے گئے تھے تاکہ تلواریں وغیرہ لے آئیں اور لڑائی میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

اگر اس وقت یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑ پڑتے تو مدینہ میں خون کی ندیاں بہ جاتیں۔ کیونکہ ان دونوں قبیلوں کے درمیان موجود دشمنی ایک ایسے خوابیدہ سانپ کی طرح تھی جو کسی بھی وقت بیدار ہو سکتا تھا۔ اور اگر یہ سانپ بیدار ہو جاتا تو دینِ اسلام کو ڈس سکتا تھا۔

جب یہ اطلاع رسولِ اکرم ﷺ کو ملی کہ اوس و خزرج کے درمیان جنگ شروع ہی ہونے والی ہے تو وہ فوراً وہاں پہنچے اور دونوں گروہوں کے درمیان امن و امان قائم کر دیا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کے درمیان بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھا دیا تو تمام لوگ سر جھکا کر وہاں سے جانے لگے۔ وہ اپنے دل میں شرمندہ تھے کہ انہوں نے مسلمان ہونے کے باوجود دوسرے مسلمان کے خلاف دل میں کینہ رکھا اور دشمنی کے لئے تیار ہو گئے۔

اسی اثنا میں جبرئیلؑ وحی لے کر اللہ کے رسولؐ پر نازل ہوئے اور دشمنی سے پرہیز کرنے کا حکمِ الٰہی بیان فرمایا اور ایک بار پھر کامیابی و کامرانی کا راستہ لوگوں کو بتایا۔

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم جہنم کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں نکال لیا۔ اور اللہ اسی طرح اپنی آیتیں بیان کرتا ہے کہ شاید تم ہدایت یافتہ بن جاؤ۔

۸۔ کیا محمد مصطفیٰ ﷺ شہید ہوگئے؟

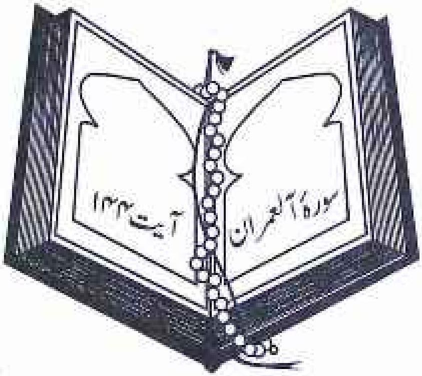

اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مرجائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے؟ تو جو بھی ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا۔ اور خدا تو عنقریب شکرگزاروں کو ان کی جزا دے گا۔

احد کے پہاڑ نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا ہوگا۔ ہر طرف شور وغل برپا تھا۔ کہیں سے تلواروں کے ٹکرانے کی آوازیں آ رہی تھیں تو کہیں سے گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ زخمیوں کی کراہیں تو ہر طرف سے بلند ہو رہی تھیں۔ ابوسفیان جو کہ مکہ کے کافروں کو یہاں تک لے کر آیا تھا اور اسی نے جنگ کی آگ بھڑکائی تھی، وہ اس قدر چلایا تھا کہ اس کے حلق میں درد ہونے لگا تھا۔ اس کی بیوی ہند بھی اسلام دشمنی میں اپنے شوہر سے کسی طرح سے کم نہیں تھی۔ اس نے بھی اپنے بال پھیلا رکھے تھے اور مسلسل شور مچا رہی تھی تا کہ کفارِ مکہ جوش وخروش کے ساتھ جنگ کرتے رہیں۔

اسی دوران اچانک ایک آواز ابھری: ''میں نے محمد کو قتل کر دیا۔۔۔ محمد مارے گئے۔''

اسی وقت عمرو بن قمیہ حارثی نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ پہلے چند پتھر تو نشانے پر نہیں لگے لیکن ایک بڑا اور نوکیلا پتھر آپ ؐ کی پیشانیٔ مبارک پر لگا اور وہاں سے خون جاری ہو گیا۔ دوسرا پتھر آپ ؐ کے لب نازنین پر لگا جس سے آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور نچلے ہونٹ سے خون جاری ہو گیا۔

کافروں کے ایک گروہ نے یہ صورت حال دیکھی تو موقع غنیمت جانتے ہوئے ہر

طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کر دیا۔

جنگِ اُحد میں سپاہ اسلام کے ایک حصہ کا پرچم مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے فوراً اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بنا دیا۔ کیونکہ زرہ پہننے کے بعد ان کی شکل کافی حد تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے لگتی تھی اور کافروں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سے ہیں اور مصعب کون ہیں؟

کچھ کافروں نے تلواریں اٹھائیں اور مصعب کی جانب بڑھے۔ وہ وحشیانہ انداز میں نعرے لگا رہے تھے تاکہ مصعب گھبرا کر فرار ہو جائیں۔ لیکن مصعب نے ہمت نہیں ہاری اور کافروں کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ دشمنوں نے مصعب کو محاصرے میں لے لیا اور پھر چاروں طرف سے حملہ کر کے مصعب کو زخمی کر دیا۔

مصعب نے گھٹنے زمین پر ٹیک دیے اور اپنی پوری طاقت استعمال کر کے پرچم اسلام کو جو زمین پر گر پڑا تھا، اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ ایک کافر نے مصعب کی یہ ہمت دیکھی تو حیران رہ گیا لیکن اس نے مصعب کے سینے پر ایک لات رسید کی اور ایک کاری وار کیا۔ مصعب زمین پر گر پڑے اور خاک و خون میں غلطاں ہو گئے۔ کافر نے یہ دیکھ کر نعرہ لگا دیا کہ محمد قتل ہو چکے ہیں!

صبح سے اس وقت تک کئی بار یہ افواہ پھیلائی جا چکی تھی لیکن اس مرتبہ کچھ مسلمانوں نے اس افواہ پر یقین کر لیا اور راہِ فرار اختیار کر لی۔ مشرکوں نے کچھ مسلمانوں کو فرار ہوتے دیکھا تو ان کے حوصلے بلند ہو گئے اور انہوں نے پوری طاقت سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

جو مسلمان فرار ہو گئے تھے اور انہوں نے پہاڑ کے دامن میں جا کر پناہ لے لی تھی، ان میں سے کچھ لوگوں نے تو یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ رسولِ اسلام کی وفات کے ساتھ ہی اسلام سے دستبردار ہو جائیں اور کافروں کے سرداروں سے امان کی درخواست کر دیں۔

اس افراتفری کے عالم میں مسلمانوں کی ایک مختصر سی تعداد ہی خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیے ہوئے اپنے وعدے پر قائم تھی اور اسلام اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفاع میں ان کو کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہوا تھا۔ یقیناً ایسے ہی لوگ اپنی زندگی کی آخری سانس تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر سکتے ہیں۔

اس مشکل گھڑی میں حضرت علی علیہ السلام، ابو دجانہ اور طلحہ جیسے لوگوں نے استقامت سے کام لیا۔ یہ لوگ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے اور دوسروں کو بھی استقامت کی دعوت دے رہے تھے۔

اسلام اور رسولِ اسلام کا ایک جاں نثار انس بن نضر فرار ہو جانے والے مسلمانوں کے پیچھے دوڑا اور چلا کر بولا: ''اے مسلمانو! اگر محمد قتل بھی ہو گئے ہیں تو ان کا خدا تو زندہ ہے۔ لوٹ آؤ اور اسی مقصد کی خاطر صبر و استقامت سے کام لو جس کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کی ہے۔ کیا خدا کی راہ میں شہادت حاصل کرنا تمہاری آرزو نہیں ہے۔۔۔؟''

دشمنوں نے انس بن نضر کو اپنے محاصرے میں لے لیا اور اس کی آواز کو خاموش کر دیا۔ لیکن اس کی صدائے حق مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ چکی تھی اور وہ سمجھ چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور پھر کچھ لوگ واپس میدان میں آ گئے اور اللہ کے رسولؐ کے دفاع میں مشغول ہو گئے۔

بالآخر ان اصحابِ باوفا کی جاں نثاری کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک محفوظ مقام پر پہنچ گئے اور دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کی پہنچ سے دور ہو گئے۔

جب جنگ کی آگ خاموش ہوئی اور مشرکوں کا لشکر میدانِ اُحد سے نکل گیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرار ہو جانے والے مسلمانوں کی مذمت میں آیات نازل ہوئیں:

اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔
کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم الٹے پیروں پلٹ جاؤ گے؟ تو جو بھی
ایسا کرے گا وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا۔ اور خدا تو عنقریب
شکرگزاروں کو ان کی جزا دے گا۔

جنگِ اُحد اور اس کی یادیں تاریخِ اسلام میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی اور مسلمان علی علیہ السلام اور ان کا ساتھ دینے والوں کی جاں نثاری کو کبھی بھلا نہ سکیں گے۔

۹۔ مکار یہودی

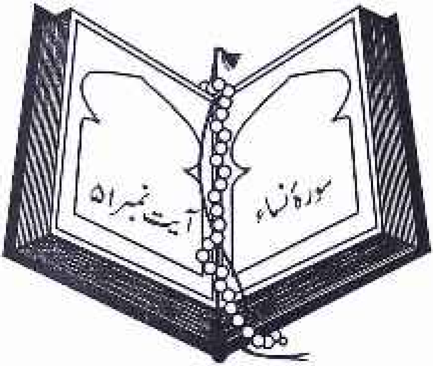

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جن لوگوں کو کتاب خدا کا کچھ حصہ دے دیا گیا وہ شیطان اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار کو بھی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔

جنگِ اُحد میں مسلمانوں کی شکست نے اسلام کے خلاف خفیہ سازشوں کو بے نقاب کردیا۔ کینہ پرور اور مکار یہودی جو آستین کا سانپ بنے ہوئے تھے، آہستہ آہستہ سر اٹھانے لگے۔ یہودیوں کے سردار ''کعب بن اشرف'' نے اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کرلیا تھا لیکن جنگِ اُحد کے بعد وہ سمجھا کہ مسلمان کمزور ہو گئے ہیں تو اس نے سوچا کہ مکہ کے مشرکوں کے ساتھ سازش کر کے اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کردیا جائے۔

یہ سوچ کر وہ یہودیوں کے ستر اہم افراد کو لے کر مکہ جا پہنچا۔ پہلے وہ اور اس کے چند ساتھی ابوسفیان کے گھر گئے اور اس کے مہمان بن گئے۔ دوسرے یہودی بھی قریش کے دوسرے بڑے لوگوں کے گھروں میں مہمان بن گئے۔

ابوسفیان نے اپنے گھر میں مکہ کے کچھ لوگوں کو کعب بن اشرف کی پذیرائی کے لئے مقرر کردیا۔ ان میں سے ایک کو یہودیوں پر شبہ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر ایک معاہدہ اتنی آسانی کے ساتھ کیسے توڑا جاسکتا ہے۔ بالآخر جب اس سے برداشت نہیں ہوا تو وہ اپنے شک کا اظہار کر بیٹھا اور بولا:

''اے کعب! تم لوگ تو اہلِ کتاب ہو اور محمد کے پاس بھی کتاب ہے۔ اور مجھے ایسا

لگ رہا ہے کہ تم لوگوں نے مل کر مکہ والوں کے خلاف کوئی سازش کی ہے۔"

کعب نے اپنے لمبے سفید بالوں پر ہاتھ پھیرا اور ابوسفیان کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے کے بعد تاسف بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہنے لگا: "یہ فالتو باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

ابوسفیان سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ کعب کا خیال تھا کہ ابوسفیان اس کی حمایت کرے گا۔ اس لئے اس نے ابوسفیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "تم مکہ کے سردار ہو اور ہمیں بھی تم پر اعتماد ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہودی کبھی بھی محمد اور اس کے دین سے صلح نہیں کر سکتے۔"

مکہ کا رہنے والا وہ مشرک، یہودیوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہودی بہت کم سچ بولتے ہیں اور دھوکے بازی اور مکاری ان کا پرانا شیوہ ہے۔ اس لئے وہ زہریلے انداز میں مسکراتے ہوئے بولا: "اے کعب! اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری بات پر یقین کر لیں اور تمہارے ساتھ دوستی کا معاہدہ کر لیں تو تمہیں ہمارے بتوں کے سامنے سجدہ کرنا ہوگا اور ان پر ایمان لانا ہوگا۔"

"محال اور ناممکن ہے کہ کوئی انسان آسمانی دین کا ماننے والا ہو اور وہ بُت کو سجدہ بھی کرے۔" کعب نے تکبر کے ساتھ کہا۔

لیکن کعب بن اشرف کافروں کو اپنی نیک نیتی کا یقین دلانا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ اٹھا اور بولنے والے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگا: "کیا خانہ کعبہ تمہارے نزدیک قابلِ احترام ہے یا نہیں؟"

"ہاں، ہم خانہ کعبہ کی اس قدر عزت کرتے ہیں کہ اپنے مقدس ترین بتوں کو وہاں رکھتے ہیں۔"

کعب نے مسکرا کر کہا: ''میں ایک پیشکش کرتا ہوں کہ تیس آدمی ہمارے اور تیس آدمی تمہارے خانہ کعبہ کے پاس چلتے ہیں اور اپنے سینے خانہ کعبہ کی دیوار سے لگا کر یہ عہد کرتے ہیں کہ محمد کے خلاف جنگ میں ہم کوئی کوتاہی نہیں کریں گے۔''

''واہ واہ! اے کعب واہ واہ!'' ابوسفیان نے اس کی تعریف کی اور اس کی تجویز مان لی۔

اس کے بعد دونوں جانب کے تیس تیس مرد خانہ کعبہ کے نزدیک پہنچے اور کعب کی تجویز کے مطابق انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ عہد و پیمان باندھ لیا۔ حلف اٹھانے کے بعد کعب اور کچھ دوسرے یہودی ابوسفیان کے گھر چلے گئے۔ ابوسفیان نے ان کا پُر جوش استقبال کیا اور اپنے غلاموں سے کہا کہ کعب اور اس کے ساتھیوں کی خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔

کھانا کھانے کے بعد ابوسفیان نے کعب کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا: ''تم پڑھے لکھے اور سمجھدار آدمی ہو جبکہ ہم تو جاہل ہیں۔ تمہارے خیال میں ہم حق سے زیادہ نزدیک ہیں یا محمد؟''

کعب نے اپنی شیطانی ذہانت سے کام لیا اور فوراً اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے کچھ دیر تک اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا تاکہ اس کے جواب کا زیادہ اثر پڑے۔ اس نے ابوسفیان سے کہا: ''پیارے دوست! میں محمد کے دین کے بارے میں تو بہت کچھ جانتا ہوں اور تمہارے دین کے بارے میں بھی مجھے کافی معلومات ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ پہلے تم اپنے دین و مذہب کے بارے میں کچھ بتاؤ پھر میں تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔''

پہلے تو ابوسفیان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا بولے اور اپنے دین کے بارے میں کیا بتلائے لیکن پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا: ''جو لوگ بتوں کی زیارت کے لئے آتے ہیں، ہم ان کے لئے اونٹ قربان کر دیتے ہیں اور انہیں شربت اور پانی پلاتے ہیں۔ ہم مکہ والے اپنے مہمانوں کی عزت کرتے ہیں اور ان کی خدمت کرتے ہیں۔۔۔''

کعب نے ابوسفیان کو خوش کرنے کے لئے تعریفی انداز میں اپنی بھنوؤں کو اچکایا۔

کعب نے ابوسفیان کو خوش کرنے کے لئے تعریفی انداز میں اپنی بھنوؤں کو اچکایا۔

ابوسفیان خوش ہوا تو اس کے جوش و خروش میں اضافہ ہوگیا۔ وہ بولا: ''اور میں تمہیں بتاؤں محمد کا کام کیا ہے؟''

کعب نے حقارت بھرے انداز میں سر کو جھٹکا جیسے اپنی بیزاری کا اظہار کر رہا ہو۔

ابوسفیان بولا: ''محمد نے اپنے رشتہ داروں سے تعلق کو توڑ دیا ہے۔ اور اب اپنے ماننے والوں کے ساتھ اپنا وطن چھوڑ کر چلا گیا ہے تاکہ دوسروں کو بھی گمراہ کر سکے۔''

کعب اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو ابوسفیان خاموش ہوگیا اور کعب کی طرف دیکھنے لگا۔ کعب کی آنکھوں میں ایک شیطانی چمک تھی اور ابوسفیان جانتا تھا کہ مکار یہودی اسے خوش کرنے کے لئے ایسی باتیں بھی کر سکتا ہے جو اس کے اعتقاد کے بھی برخلاف ہو۔ لیکن وہ اس کے باوجود کعب کے منہ سے ایسی باتیں سننا چاہتا تھا تاکہ اس کے زخموں پر کچھ مرہم پڑ جائے۔

کعب نے پانی کا ایک گھونٹ بھر کر اپنے خشک گلے کو تر کیا اور پھر ایک مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ بولا: ''اے ابوسفیان! مجھے پہلے بھی معلوم تھا لیکن اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تمہارا مذہب زیادہ بہتر ہے اور تم لوگ زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔''

اس اجلاس اور اس میں ہونے والی باتیں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں سے چھپی ہوئی نہیں رہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی اس مکاری اور سازش سے پردہ ہٹا دیا اور وحی کے ذریعے فرمایا:

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جن لوگوں کو کتاب خدا کا کچھ حصہ دیا گیا وہ شیطان اور بتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار کو بھی بتاتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں۔

۱۰۔ کس طرح فیصلہ کریں؟

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔

اسلامی فوج مکہ میں داخل ہو چکی تھی اور پیغمبر اکرم ﷺ کے اصحاب کا جوش وخروش قابلِ دید تھا کیونکہ کئی سال کی دوری کے بعد وہ اپنے شہر میں داخل ہوئے تھے۔

جو لوگ کئی سال قبل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس شہر سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، جب وہ اپنی سرزمین میں داخل ہوئے تو وطن کی مٹی کی خوشبو نے انہیں مدہوش کر دیا۔

مسلمانوں کے مکہ میں داخل ہونے سے کچھ دیر قبل مشرکین مکہ نے اپنی شکست تسلیم کر لی تھی اور وہ اپنے گھروں کے اندر چلے گئے تھے۔ ان کے اندر یہ منظر دیکھنے کی طاقت نہیں تھی۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے یہ حکم دے دیا تھا کہ مکہ کے لوگوں میں سے جو بھی اپنے گھر میں ہتھیار ہے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے سے پرہیز کرے، وہ امان میں ہے اور کوئی مسلمان اس پر حملہ نہ کرے۔ آپؐ کے اس عام معافی کے اعلان سے لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ آپؐ ہی رحمت للعالمین ہیں۔

لیکن مسلمانوں کا مکہ کے اندر آ جانا مکہ کے مشرکوں کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت تھی۔ ابوسفیان اور اس کے خاندان والے اسلام، مسلمانوں اور اللہ کے رسولؐ کے سخت ترین دشمن شمار ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی یہ فتح ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ وہ لوگ ابوسفیان کے گھر کے ایک کمرے میں کھڑے تھے، جس کی کھڑکی کا رُخ خانہ کعبہ کی طرف تھا اور وہاں سے پورا خانہ کعبہ صاف نظر آتا تھا۔ اُن کی آنکھوں سے نفرت ٹپک رہی تھی اور وہ کینہ توز نظروں سے ان مسلمانوں کو دیکھے جا رہے تھے جو دیوانہ وار خانہ کعبہ کے گرد طواف میں مصروف تھے۔

ابوسفیان کی بیوی نے جو کہ اپنی اسلام دشمنی میں اپنے شوہر ابوسفیان سے بھی دو ہاتھ آگے تھی، اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لئے تھے تاکہ مسلمانوں کی تکبیر کی آواز اس کے کانوں تک نہ پہنچے۔ لیکن اس کے باوجود جب مسلمانوں کی زبان سے نکلی ہوئی اللہ اکبر کی بلند آواز اس کے کانوں تک پہنچتی تو بے اختیار مسلمانوں کو گالیاں دینے لگتی۔ ابوسفیان نے اس کی بے قراری دیکھی تو کہنے لگا:

''ہند صبر کر۔ حوصلے سے کام لے۔ اور خاموش رہ۔''

لیکن ہند کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ اچانک اپنے شوہر کے سامنے کھڑی ہو گئی اور اس کے داڑھی کے بال پکڑ کر جو گالیاں وہ مسلمانوں کو دے رہی تھی، وہی گالیاں اپنے شوہر کو دینے لگی۔

کچھ دیر کے لئے تو ہر طرف سکوت چھا گیا لیکن پھر ابوسفیان کی بیوی زور زور سے رونے لگی۔ ابوسفیان نے اس پر توجہ دینے کے بجائے اپنے ہاتھوں کو کانوں پر سے ہٹا لیا۔ اب اسے مسلمانوں کی تکبیر کی آواز اور ہند کے رونے کی آواز مخلوط ہو کر سنائی دینے لگی تھی۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ کعبہ کے اردگرد کیا ہو رہا ہے؟

اسی وقت دروازے پر دستک کی آواز آنے لگی۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا تو وہ دروازہ کھولنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔

ہند دیوانوں کی طرح آگے بڑھی اور ابوسفیان کے سینے پر دو ہتھڑ مارے اور چلا کر کہنے لگی:

''یہ محمد ہے۔ وہ ہم پر حملہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ وہ اس کمینے کو قتل کر دینا چاہتا ہے۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنے شوہر کی جانب اشارہ کیا۔

ابوسفیان نے اپنی بیوی کی باتوں کو نظر انداز کر دیا تو وہ اپنے ہی بال نوچتی ہوئی ایک کونے میں جا کر بیٹھ گئی اور روتے ہوئے اپنا سر دیوار سے لگا لیا۔

دروازہ کھلا تو جس آدمی کو باہر کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ اندر آ گیا۔ ابوسفیان نے فوراً اسے حکم دیا: ''جو کچھ دیکھا اور سنا ہے جلدی سے بتا دو۔''

آنے والے کا چہرہ پسینے سے تر ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں پریشانی کے آثار تیرتے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ وہ ابوسفیان کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور اپنی بھنوؤں سے وہاں موجود لوگوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا: ''کیا ان کے سامنے سب کچھ بتا دوں؟''

ابوسفیان کی حالت تو اس وقت ایسی ہو رہی تھی جیسے اس کا سارا سرمایہ لٹ گیا ہو اور اب اس کے پاس کچھ بھی نہ بچا ہو۔ اس لئے اس نے چلا کر کہا: ''جلدی بولو! خاموش کیوں ہو؟''

اس آدمی نے تھوک نگل کر اور اٹک اٹک کر کہنا شروع کیا:

''جب محمد نے حرم میں قدم رکھا تو کعبہ کے کلید دار کو بلوا بھیجا۔ عثمان بن طلحہ فوراً وہاں پہنچ گیا اور ڈرتے ڈرتے کعبہ کی چابیاں محمد کے حوالے کر دیں۔ اس کے بعد محمد اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ کعبہ کے اندر گئے اور بتوں کو گرا کر کعبہ سے باہر پھینک دیا۔۔۔''

ابوسفیان نے ایک آہ بھری۔ اس کی بیوی نے اپنا سر دیوار سے لگایا ہوا تھا، وہ بھی کچھ دیر کے لئے چپ ہو گئی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آنے والے کی باتیں سننے پر مجبور تھی۔ کمرے میں

موجود تمام لوگ آنے والے کی زبان سے مزید باتیں سننے کے لیے بیتاب تھے۔

آنے والے نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد دوبارہ بولنا شروع کیا: ''لیکن ایک عجیب بات ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ محمد نے ایک حیرت انگیز کام انجام دیا ہے۔''

ابوسفیان نے گھبرا کر فوراً پوچھا: ''کیا کام؟ کیسا کام؟''

وہ شخص بولا: ''جب محمد کعبے کے اندر کام مکمل کرنے کے بعد باہر آئے تو ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب ان کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ''اے اللہ کے رسول! عربوں میں اللہ کے گھر کی چابی کی رکھوالی کرنا ایک عظیم مقام ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ ذمہ داری مجھے دے دیں۔۔۔''

''کیا محمد نے اپنے بوڑھے چچا کی درخواست قبول کر لی؟'' ابوسفیان نے اس کی بات کاٹ کر جلدی سے پوچھا۔

''سب لوگ یہی سمجھ رہے تھے لیکن محمد نے چابی دوبارہ عثمان بن طلحہ کو دے دی۔ اس کے بعد ایک آیت کی تلاوت کرنے لگے جو اسی وقت ان پر نازل ہوئی تھی۔'' مرد نے جواب دیا۔

یہ سن کر ابوسفیان کھڑکی کی طرف چلا گیا اور وہاں سے مسلمانوں کو دیکھنے لگا جو کعبہ کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے۔ وہ یہ سوچنے لگا کہ اے کاش! میں سن سکتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں؟

اس کے بعد وہ دوبارہ اسی شخص کے پاس آ گیا اور کہنے لگا: ''تم نے بتایا نہیں کہ محمد کیا کہہ رہے تھے؟''

اس نے کہا: ''ان پر ایک آیت نازل ہوئی تھی جو وہ اپنے اصحاب کو پڑھ کر سنا رہے تھے:

ترجمہ:

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے اہل تک پہنچا دو اور جب کوئی فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو۔ اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے۔ بیشک اللہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی۔

۱۱۔ رسول خدا ﷺ پر اعتراض

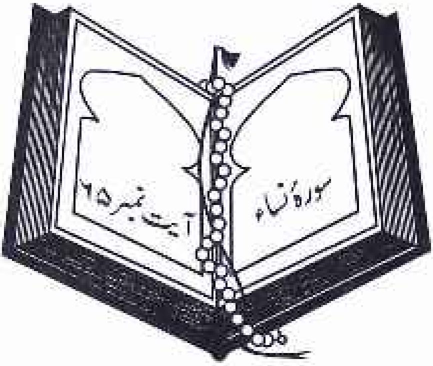

پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحب ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کے سامنے سراپا تسلیم ہو جائیں۔

زبیر بن عوام رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی بی بی صفیہ کے بیٹے ہیں۔ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آ گئے تھے تاکہ خدا کے رسولؐ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ رہیں۔

زبیر نے اپنی زندگی کی گاڑی چلانے کے لئے اور آمدن کے ذریعہ کے طور پر ایک نخلستان خرید لیا جہاں وہ روزانہ جاتے اور درختوں کی آبیاری کرتے۔ سخت محنت کی وجہ سے انہیں یقین تھا کہ اگر کھجور کے درختوں نے پھل دیا تو کافی منافع حاصل ہو جائے گا اور وہ اپنے خاندان کے سال بھر کے اخراجات نکالنے کے باوجود دوسرے مسلمانوں کی مدد کرنے کے بھی قابل ہو جائیں گے۔

لیکن اسی دوران ان کے اور مدینہ کے ایک مسلمان کے درمیان کچھ اختلافات پیش آ گئے۔ کیونکہ دونوں کے نخلستان ساتھ ساتھ تھے۔ ان کے درمیان اختلاف اس بات پر تھا کہ پہلے کون اپنے نخلستان کو پانی دے گا۔

جب اختلاف بڑھا اور وہ آپس میں کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو انہوں نے سوچا کہ کسی تیسرے آدمی کے پاس چل کر اس معاملے کا فیصلہ کروا لیا جائے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر کون فیصلہ کرسکتا ہے؟

کوئی نہیں! جو کچھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیں وہ تمام مسلمانوں بلکہ بہت سے غیر مسلموں کے لئے قابلِ قبول ہوتا تھا۔

دونوں یہ بات جانتے تھے، اس لئے وہ آپؐ کے پاس پہنچ گئے۔ حضورؐ نے پورے صبر وتحمل کے ساتھ دونوں کا موقف اچھی طرح سنا اور دونوں کے نخلستانوں کے محلِ وقوع کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کیں۔ زبیر کا باغ نہر کے بالائی حصے میں تھا اور انصاری کا باغ نہر کے نچلے حصے میں واقع تھا۔ اس لئے پانی دینے کے قانون نیز عقل کے فیصلے کے مطابق بالکل واضح تھا کہ کس کو پہلے پانی دینے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسولؐ نے فیصلہ سنایا: ''پہلے زبیر اپنے نخلستان کو پانی دیں گے۔''

یہ فرما کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہوگئے۔ انصاری نے یہ فیصلہ سنا تو وہ ناراض ہوگیا اور دیوار کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہوگیا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح اعتراض کرے۔

کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حق بات پر اعتراض کیا جاسکتا ہے؟

انصاری کی عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو درست تسلیم کررہی تھی لیکن ہوائے نفس کی خواہش تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلے پر اعتراض کیا جائے۔ بالآخر تنگ آکر انصاری نے کینہ پرور لہجے میں اعتراض کرنا شروع کیا: ''کیا آپ نے یہ فیصلہ اس لئے دیا ہے کہ زبیر آپ کا پھوپھی زاد بھائی ہے؟''

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ اس کی باتوں کا دل پر اثر نہ لیں لیکن پھر بھی آپؐ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار جھلکنے لگے۔

آخر کب تک اپنے دل کا درد وغم چھپایا جاسکتا ہے؟!

ان لوگوں کی جہالت کی تو جیسے کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔۔۔

رسول اکرم ﷺ جانتے تھے کہ اس کی جہالت کے جواب میں آپؐ جو کچھ بھی فرمائیں گے تو وہ اور ضد کرے گا اور اس کا اعتراض بڑھتا چلا جائے گا۔ بنابریں آپؐ نے سوچا کہ اس کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے اور اس غم کو بھی دل میں ہی چھپالیا جائے۔

لیکن ایک ذات ایسی ہے جو آپؐ کو پہنچنے والے دکھ سے آگاہ ہے۔ وہ اس کا اظہار بھی کرسکتی ہے اور اعتراض کرنے والے کو جواب بھی دے سکتی ہے۔ جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی نصرت کی اور اس انصاری اور اس جیسی سوچ رکھنے والے دوسرے مسلمانوں کو یہ جواب دیا۔

ترجمہ:

پس آپ کے پروردگار کی قسم یہ ہرگز صاحبِ ایمان نہ بن سکیں گے جب تک آپ کو اپنے اختلافات میں حکم نہ بنائیں اور پھر جب آپ فیصلہ کردیں تو اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی کا احساس نہ کریں اور آپ کے فیصلے کے سامنے سراپا تسلیم ہوجائیں۔

۱۲۔ آپ سے دوری ناقابل برداشت ہے!

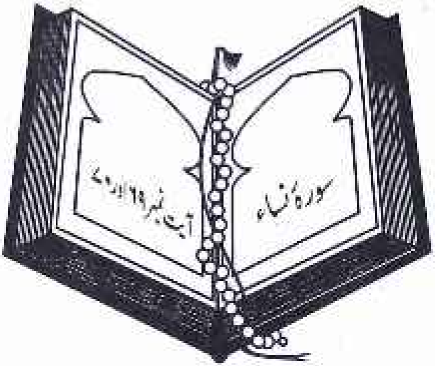

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں: انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہی بہترین رفقاء ہیں۔

یہ اللہ کی طرف سے فضل و کرم ہے اور خدا ہر ایک کے حالات کے علم کے لئے کافی ہے۔

ثوبان رسول اللہ ﷺ سے بے انتہاء محبت کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہر روز آپؐ کی زیارت کرے لیکن اپنے کام میں مصروفیت کی وجہ سے وہ کبھی کبھار کئی دنوں تک آپؐ کی زیارت سے محروم رہ جاتا تھا۔

ثوبان سمجھتا تھا کہ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے یا جب بھی کوئی پریشانی کی بات ہو تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے اس کی پریشانی کم ہو جاتی ہے اور اگر اسے دنیا بھر کی خوشیاں مل جائیں لیکن وہ آپؐ کی زیارت نہ کر سکے تو وہ دن اس کے لئے خوشی کے بجائے غم واندوہ کا دن بن جاتا ہے۔

ثوبان کے لب پر ہر وقت یہی دعا رہتی کہ ”خدایا! مجھے تیرے نبی سے محبت ہے اور میں ان سے دوری کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اے خدا! مجھے ہر روز ان کی زیارت کی توفیق نصیب فرما!“

’اگر کبھی کسی وجہ سے میرے اور رسول خدا کے درمیان جدائی واقع ہو گئی تو کیا ہو گا؟‘

ثوبان تو یہ سوچ کر ہی لرز جایا کرتا تھا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ثوبان کا اترا ہوا اور متفکر چہرہ دیکھا تو پوچھا: ''ثوبان! کافی عرصہ سے میں تمہیں پریشان دیکھ رہا ہوں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟''

''جب آپ سے دور ہوتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید میں آپ کو دوبارہ نہ دیکھ سکوں۔ آج بھی مجھے یہی خیال ستائے جا رہا ہے کہ اگر میں مرنے کے بعد جنت میں گیا تو بھی وہاں آپ کے مقام سے تو دور ہی رہوں گا اور آپ کی زیارت سے محروم ہی ہوں گا۔''

رسول اللہ ﷺ نے کچھ جواب دیے بغیر سر جھکا لیا۔ ثوبان کی آنکھوں میں آنسو آچکے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کچھ فرمائیں۔ کوئی ایسی بات کریں جس سے اسے کچھ اطمینان حاصل ہو۔ لیکن جب اس نے آپؐ کو بالکل خاموش دیکھا تو اپنی آنکھوں سے آنسو صاف کر کے بولا: ''یا رسول اللہ! اور اگر میں جنت میں نہ گیا تو آپ کی زیارت سے محروم ہی رہوں گا۔ تو پھر میں غمگین کیوں نہ نظر آؤں؟''

یہ کہہ کر ثوبان خاموش ہو گیا اور دھیرے دھیرے رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ بھی بالکل خاموش تھے اور کچھ نہیں بول رہے تھے۔ اسی دوران اللہ کے رسولؐ پر ایسی حالت طاری ہوئی جو نزولِ وحی کے وقت طاری ہوتی تھی۔ کچھ دیر بعد جب رسول اللہ ﷺ نے وحی کو سُن لیا تو ثوبان کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا:

''ابھی ابھی فرشتۂ وحی مجھ پر نازل ہوا تھا اور اللہ کا پیغام اس نے مجھے پہنچایا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں بھی وہ کلام سناؤں؟''

یہ سُن کر ثوبان اس طرح خاموش ہو گیا جیسے اس کا سانس ہی رک گیا ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا: ''یا رسول اللہ! کیا یہ وحی میرے بارے میں ہے؟''

نبی اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر جبرئیلؑ سے جو آیات

آپؐ نے دریافت کی تھیں، وہ ثوبان کو سنائیں:

ترجمہ:

اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ رہے گا جن پر خدا نے نعمتیں نازل کی ہیں؛ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور یہی بہترین رفقاء ہیں۔

یہ اللہ کی طرف سے فضل و کرم ہے اور خدا ہر ایک کے حالات کے علم کے لئے کافی ہے۔

آیات سُن کر خوشی سے ثوبان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اس نے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر کہا: ''خدایا! میں تیرا شکر گزار ہوں۔''

اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے ثوبان سے فرمایا: ''اے ثوبان! خدا کی قسم، کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنے آپ سے، اپنے والدین اور اپنے تمام رشتہ داروں سے زیادہ پسند نہ کرے اور میری بات کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کرے۔''

۱۳۔ تم نے مسلمان کو قتل کیا ہے

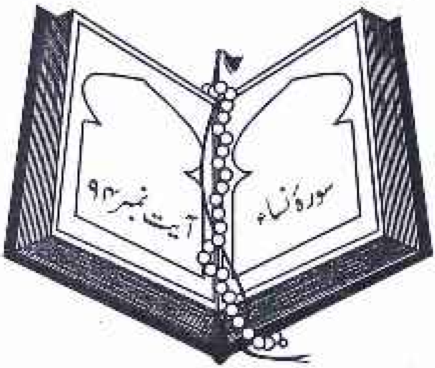

ایمان والو! جب تم راہِ خدا میں جہاد کے لئے سفر کرو تو پہلے تحقیق کرلو۔ اور خبردار جو صلح (یا اسلام) کی پیشکش کرے اس سے یہ نہ کہنا کہ تو مومن نہیں ہے کہ اس طرح تم زندگانی دنیا کا چند روزہ سرمایہ چاہتے ہو اور خدا کے پاس بکثرت فوائد پائے جاتے ہیں۔ آخر تم بھی تو پہلے ایسے ہی کافر تھے۔ خدا نے تم پر یہ احسان کیا کہ تمہارے اسلام کو قبول کرلیا۔ تو اب تم بھی اقدام سے پہلے تحقیق کرو کہ خدا تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

جنگِ خیبر میں مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہو چکی تھی اور وہاں کے مضبوط قلعے فتح ہو چکے تھے۔ یہودیوں کی کھڑی کی ہوئی تمام رکاوٹیں بھی راستے سے ہٹ چکی تھیں۔ یہودی جو کل تک ان قلعوں کی پناہ گاہوں میں چھپ کر اطمینان سے مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے، اب وہ پناہ گاہ ان سے چھن چکی تھی اور وہ پیغمبر اکرم ﷺ کے سامنے گھٹنے ٹیک چکے تھے۔

علی ابن ابیطالب کی بہادری اور ایمان نے ایک بار پھر وہ کام کر دکھایا تھا جو بڑے بڑے بہادر سرداروں کے لئے ناممکن ہو چکا تھا۔

جو یہودی اس جنگ میں اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلے تھے اب وہ دوسری جگہوں پر ایک بار پھر سازشوں میں مصروف ہو گئے تھے۔

ابھی جنگِ خیبر کو ختم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ حضورؐ کو اطلاع ملی کہ فدک کے نزدیک ایک گاؤں میں یہودی مقیم ہیں اور آج کل اسلحہ جمع کر رہے ہیں اور سپاہیوں کی بھرتی بھی جاری ہے۔ شاید وہ دوبارہ مسلمانوں کے لئے مشکلات پیدا کرنا چاہ رہے تھے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے یہ سُنا تو اسامہ بن زید کو بلایا اور حکم دیا:

''اے اسامہ! کچھ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر اس گاؤں میں چلے جاؤ۔ جب یہودیوں کے پاس پہنچو تو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا۔ اگر انہوں نے تمہاری دعوت قبول نہ کی تو انہیں ذمہ (ایک قسم کا ٹیکس) ادا کرنا ہوگا۔''

اسامہ نے سر جھکا کر اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور فوراً کچھ مسلمانوں کو لے کر فدک کی طرف روانہ ہو گیا۔

جب یہودیوں کو مسلمانوں کے لشکر کی حرکت کے بارے میں معلوم ہوا تو ان میں سے کچھ تو فرار ہو کر اطراف کی پہاڑیوں میں جا کر چھپ گئے اور ان میں سے کچھ لوگ چونکہ مسلمانوں کی رحم دلی سے واقف تھے اس لئے وہ اپنے گھروں میں مقیم رہے تا کہ ذمہ کی رقم ادا کر کے اسلام کی پناہ حاصل کر لیں۔

وہاں کے یہودیوں کے ایک سردار کا نام ''مرداس'' تھا۔ اس نے اپنے بچوں اور مال و اسباب کو ایک پہاڑی کے دامن میں چھوڑا اور خود مسلمانوں کے استقبال کے لئے چل پڑا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ اپنے گاؤں سے آگے بڑھ چکا تھا اور مسلمانوں کا لشکر اس کے سامنے تھا۔ اسامہ نے اسے دور سے دیکھا تو اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے نزدیک آ گیا۔

مرداس نے جب اسے نزدیک آتے دیکھا تو اپنی لرزتی ہوئی آواز میں دور ہی سے بلند آواز سے کلمہ شہادتین پڑھ لیا تا کہ دوسرے مسلمان بھی اس کی آواز کو سُن لیں:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه ... اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه..

اسامہ اس کے نزدیک پہنچ کر چھلانگ لگا کر اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور سخت لہجے میں بولا:

''ہاں! کیا کہہ رہے تھے؟''

اسامہ کا لہجہ اس قدر سخت تھا کہ مرداس نے فوراً کہا: ”میں اسلام کی پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ میں خود کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول اور امین ہیں۔“

اسامہ چند قدم مزید آگے بڑھا اور مرداس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کھڑا ہو گیا۔

مرداس نے اسامہ کو اس حالت میں دیکھا تو اس کا چہرہ خوف سے سفید ہو گیا۔ اسامہ کے چہرے سے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی باز اپنے شکار پر جھپٹنا چاہ رہا ہو۔

ایک لمحہ کے لئے مرداس کے ذہن میں خیال آیا کہ کیا اسامہ کو میری بات پر یقین آجائے گا کہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں یا نہیں؟

مرداس اس سوال کا جواب چاہتا ہے لیکن اسامہ کا چہرہ بالکل سپاٹ ہے اور اس سے کچھ نہیں معلوم ہو سکتا۔ اسامہ کے ساتھ آنے والے مسلمان بھی اپنے گھوڑوں سے اتر چکے ہیں اور اسامہ کے حکم کے منتظر ہیں۔ اچانک اسامہ غصے سے چلایا: ”یہ یہودی اپنی جان و مال کے خوف سے اسلام کا اظہار کر رہا ہے۔ لیکن اس کے دل میں ایمان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس کی سزا موت ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے فوراً اپنی تلوار کھینچی اور ایک ہی وار میں یہودی کا کام تمام کر دیا۔ اس کے بعد اسامہ نے حکم دیا کہ مرداس کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا جائے۔

اس گاؤں کی مہم کو سر کرنے کے بعد اسامہ اور اس کے ساتھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے تاکہ رسول اللہ ﷺ کو سارا ماجرا من وعن سنا دیں۔

جب اللہ کے رسول ﷺ کو مرداس کے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ بہت ناراض ہوئے اور اسامہ سے فرمایا: ”تم نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے!“

اسامہ کو امید نہیں تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح سے ناراض ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ بہت شرمندہ ہوا اور دل ہی دل میں پچھتایا۔ پھر شکستہ لہجے میں اپنی صفائی پیش کرتے

ہوئے کہنے لگا:

"یارسول اللہ! اس نے اپنی جان کے خوف سے اور اپنے مال و دولت کی حفاظت کے لئے اسلام کا اظہار کیا تھا۔"

نبی اکرم ﷺ نے ناگوار انداز میں فرمایا: "تمہیں اس کے دل کے بارے میں کیا معلوم؟ شاید وہ سچ مچ میں مسلمان ہو گیا ہو؟"

ابھی اسامہ اپنی صفائی میں مزید کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی اور ارشاد ہوا:

> ایمان والو! جب تم راہِ خدا میں جہاد کے لئے سفر کرو تو پہلے تحقیق کر لو۔ اور خبردار جو صلح (یا اسلام) کی پیشکش کرے اس سے یہ نہ کہنا کہ تو مومن نہیں ہے کہ اس طرح تم زندگانی دنیا کا چند روزہ سرمایہ چاہتے ہو اور خدا کے پاس بکثرت فوائد پائے جاتے ہیں۔ آخر تم بھی تو پہلے ایسے ہی کافر تھے۔ خدا نے تم پر یہ احسان کیا کہ تمہارے اسلام کو قبول کر لیا۔ تو اب تم بھی اقدام سے پہلے تحقیق کرو کہ خدا تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

۱۴۔ شکست کے بعد کامیابی

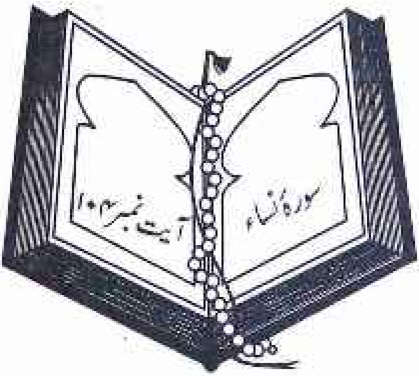

اور خبردار! دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی سے کام نہ لینا کہ اگر تمہیں کوئی بھی رنج پہنچتا ہے تو تمہاری طرح کفار کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو انہیں حاصل نہیں ہیں۔ اور اللہ ہر ایک کی نیت کا جاننے والا اور صاحب حکمت ہے۔

جنگِ اُحد کا دردناک ماجرا اپنے انجام کو پہنچ چکا تھا۔ رسولِ خدا ﷺ اُحد کے پہاڑ کے اوپر موجود تھے تاکہ کافروں کی طرف سے پھینکے جانے والے پتھروں سے محفوظ رہیں۔

کفارِ مکہ بھی اب اُحد سے چلے جانا چاہتے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور مسلمانوں نے اب عبرت حاصل کرلی ہوگی۔

ابوسفیان جس نے اس جنگ کی آگ کو بھڑکایا تھا، اس کا دل ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ جاتے جاتے رسول اللہ ﷺ پر زبان کی تلوار سے زخم لگاتا ہوا جائے۔ بنابریں وہ سامنے والی پہاڑی پر چڑھ گیا اور پکار کر بولا: ''اے محمد! ایک دن (جنگِ بدر میں) ہم نے شکست کھائی اور آج ہم کامیاب ہوگئے۔ آج کی فتح اُس دن کی شکست کا بدلہ ہے۔ اب ہم دونوں برابر ہوگئے ہیں۔۔۔''

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس کی بات کا جواب دیا جائے۔

چنانچہ ایک نے کہا:

''اے ابوسفیان! ہماری اور تمہاری حالت برابر نہیں ہے۔ ہمارے شہید جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ میں۔''

ابوسفیان نے یہ جواب سُنا تو ایک بار پھر بول اٹھا: ''ہمارے پاس ایک بڑا بُت عُزّیٰ ہے اور تمہارے پاس کچھ نہیں ہے۔''

مسلمانوں کی جانب سے وہی آواز دوبارہ ابھری: ''اللہ ہمارا سرپرست اور مولا ہے اور تمہارا کوئی سرپرست نہیں ہے۔''

ابوسفیان نے لرزتی ہوئی آواز میں ہُبَل نامی بُت کے لئے نعرہ لگایا: ''زندہ باد ہُبَل!''

ایک مسلمان نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر صدا بلند کی: ''خداوند متعال عظیم اور بلند مرتبہ ہے!''

ابوسفیان کے پاس اب کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا اس کے ہر پتھر کا جواب اینٹ سے دیا جائے گا۔ اس لئے اب اس نے خاموشی ہی میں عافیت سمجھی۔

کفارِ مکہ کا لشکر اب تک اُحد کی پہاڑی کے دامن میں گھوڑے دوڑا رہا تھا اور مسلمانوں کو برا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ نعرے بھی لگا رہا تھا:

''لشکرِ مکہ زندہ باد!''

''اے مسلمانو! جان لو کہ تمہارے خدا نے تمہاری مدد سے انکار کر دیا ہے!''

''مردہ باد۔۔۔!''

مکہ والوں کے پُرجوش نعرے سُن کر ابوسفیان کے دل میں ایک بار پھر دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی اور وہ ایک بار پھر چلایا: ''اے محمد! اب اگلے سال دوبارہ ملاقات ہوگی۔''

اس کے بعد اس نے جواب کا انتظار کیے بغیر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اُحد کی سرزمین سے نکلتا چلا گیا۔ دوسرے کفار نے کچھ دیر اپنا شور شرابا جاری رکھا اور پھر وہ بھی

ابوسفیان کے پیچھے چل پڑے۔

اُن کے جانے کے بعد میدانِ اُحد میں ایک غم انگیز سکوت چھا گیا۔ اب صرف زخمیوں کی ہلکی ہلکی کراہیں سُنائی دے رہی تھیں۔ میدان میں لڑنے والے تمام مسلمان زخمی تھے لیکن سب سے زیادہ زخم حضرت علی علیہ السلام کے بدن پر لگے تھے، کیونکہ انہوں نے سب سے زیادہ استقامت کا ثبوت دیا تھا۔

مسلمانوں کو اپنے زخموں کی مرہم پٹی کرنے کا موقع ملا۔ لیکن ان کے دلوں پر شکست کا بڑا بوجھ تھا۔ کفار سے زیادہ ان کے دلوں کو ان دو مسلمان گروہوں نے توڑا تھا جنہوں نے آج اپنا حقیقی چہرہ دکھا دیا تھا:

ایک گروہ تو وہ تھا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُحد کے ایک درّے پر پہرہ دینے کے لئے بٹھایا تھا اور انہیں کسی بھی صورت میں وہ جگہ نہیں چھوڑنی چاہیے تھی۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی اور پہرے کی جگہ کو چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے کی فکر میں لگ گئے تو دشمن نے پیچھے سے حملہ کر دیا اور جنگ کا رُخ پلٹ گیا۔

دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے جب جنگ کا رُخ پلٹتے دیکھا اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ اب مسلمانوں کو شکست ہو جائے گی تو وہ دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

اب جنگ کے خاتمے کے بعد یہ کردار کے بزدل اور زبان کے بہادر دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد جمع ہونے لگے تھے۔ وہ اپنے کیے پر شرمسار بھی نہیں تھے۔

جب زندہ بچ جانے والے مسلمان مدینے میں اپنے اپنے گھروں کو پہنچے تو وہ شکست کے غم سے بے حال تھے۔ لیکن اسی وقت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور حکمِ پروردگار سُنایا:

اور خبردار! دشمنوں کا پیچھا کرنے میں سستی سے کام نہ لینا کہ اگر تمہیں کوئی بھی رنج پہنچتا ہے تو تمہاری طرح کفار کو بھی تکلیف پہنچتی ہے اور تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو انہیں حاصل نہیں ہیں۔ اور اللہ ہر ایک کی نیت کا جاننے والا اور صاحبِ حکمت ہے۔

مسلمانوں نے یہ حکم سُنا تو فوری طور پر اپنی تلواریں اٹھا کر دشمن کے تعاقب میں چل پڑے۔

لشکرِ مکہ کے مشرکین بڑے اطمینان اور خوشی سے رقص کرتے اور جھومتے گاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے ان کا تعاقب شروع کر دیا ہے تو وہ گھبرا گئے اور سوچنے لگے کہ اگر مسلمان پہنچ گئے تو کیا ہوگا؟!

ابوسفیان کے اس فاتح لشکر کے چہرے پر اب ہوائیاں اڑنے لگی تھیں اور ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ فتح کے نشے میں مست سپاہی جو کچھ دیر پہلے کامیابی اور انتقام کے نعرے لگا رہے تھے، اب یکبارگی کسی شکست خوردہ لشکر کی طرح تیزی کے ساتھ مدینے سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ وہ چاہ رہے تھے کہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے خطرے کے مقام سے دور نکل جائیں۔

اس طرح حکمِ الٰہی اور تدبیرِ نبوی سے مشرکوں کی فتح کا نشہ کافور ہو گیا تو دوسری طرف سے جب مسلمانوں نے کافروں کو اس طرح بھاگتے ہوئے دیکھا تو ان کا حوصلہ بھی بلند ہو گیا۔

۱۵۔ غدیرِ خُم کا ماجرا

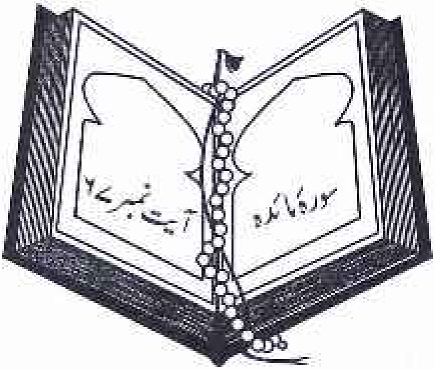

اے پیغمبر! آپ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ اور اگر آپ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا۔ اور خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا۔

وہ سال مسلمانوں کے لئے ایک مختلف سال تھا۔ غم کا ایک پہاڑ مسلمانوں پر ٹوٹنے والا تھا۔ آپؐ کے بہت سے صحابی اور خاص طور پر آپؐ کے اہلبیت اس سے پہلے ہی واقف ہو چکے تھے۔

اس سال، جس مسلمان کے لئے بھی ممکن تھا وہ حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ گیا تھا تاکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس آخری (جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے) میں شرکت کر سکے۔

یہ اللہ کے رسولؐ کی زندگی کا آخری حج ہے اور اس نے مسلمانوں کو سخت تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔

تقریباً ایک لاکھ صحابی اس سال حج میں شریک تھے اور ان میں سے اکثریت کے دل نور کے ہالے میں غرق تھے۔

حجاز کا سورج پہاڑوں اور میدانوں پر آگ کی بارش کر رہا تھا لیکن اس کے باوجود زیارت کے شوق نے مسلمانوں کے لئے ہر تکلیف کو آسان بنا دیا تھا۔

جب حج کے اعمال مکمل ہو گئے تو مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ مکہ سے باہر نکل گئے۔ یہ تمام لوگ جحفہ سے آگے غدیر خم کے میدان تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

رہیں گے اور اس کے بعد ہر کوئی اپنی راہ لے گا؛ جو لوگ مدینہ جانا چاہیں گے، وہ شمال کی جانب چلے جائیں گے۔

عراق جانے والے لوگ مشرق کا راستہ لیں گے۔

مصر اور اس کے اطراف میں جانے والے لوگ مغرب کی طرف اور یمن کے لوگ جنوبی سمت جائیں گے۔

وہ ہجرت کا دسواں سال تھا اور عید قربان کو گزرے ہوئے دس دن ہو چکے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ غدیر خم کے علاقے میں داخل ہوئے تو انہوں نے اچانک رکنے کا اعلان کیا۔

جو لوگ اس میدان سے آگے نکل چکے تھے، انہوں نے سُنا کہ لوگ پکار پکار کر انہیں واپس بلا رہے ہیں۔ اور جو لوگ آہستہ آہستہ چل رہے ہیں، ان سے کہا جا رہا ہے کہ ذرا تیز تیز قدم اٹھائیں اور جلدی غدیرِ خُم میں پہنچیں۔

سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور ہر طرف تیز اور گرم دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اسی دوران نبی اکرم ﷺ کے موذن کی آواز صحرا میں گونجی: اللہ اکبر ۔۔۔ اللہ اکبر

نمازِ ظہر کا وقت ہو چکا تھا۔ لیکن اس جلتی ہوئی زمین پر نماز کس طرح ادا کی جائے؟ جن لوگوں کے پاس زمین پر بچھانے کے کوئی کپڑا نہیں تھا انہوں نے اپنے عمامے یا عبائیں زمین پر ڈال لیں۔ لیکن جلتی ہوئی زمین اب بھی ان کے پیروں کو جھلسا رہی تھی۔ اس تپتے ہوئے میدان میں صرف چند سوکھے ہوئے درخت ہی تھے جن پر مسلمانوں نے اپنی چادریں ڈال کر ایک سائبان سا بنا دیا تھا تاکہ رسول اللہ ﷺ اس کے نیچے کھڑے ہو کر نماز پڑھا سکیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ بھی اس گرمی سے محفوظ نہیں ہیں کیونکہ گرم ہوا نے

سائبان کے نیچے اور اس کے اردگرد کے ماحول کو بھی گرم تنور بنا دیا تھا۔

بالآخر نماز ختم ہوئی تو مسلمان آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آخر یہاں رکنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ ایسا کونسا اہم کام ہے جس کے لیے اس شدید گرمی میں ہمیں یہاں روکا گیا ہے؟

آخر کب تک اس جلتے ہوئے بیابان کے اندر اسی حال میں پڑے رہیں گے؟

اسی دوران رسول اللہ ﷺ کی جانب سے اعلان ہوا کہ لوگ ایک اہم اطلاع سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یہ اطلاع دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا ہوا ایک حکم تھا جو ایک تفصیلی خطبے کے ساتھ لوگوں کو سنایا جانا تھا۔

جو مسلمان اپنے چھوٹے خیموں میں جا چکے تھے، وہ باہر نکل آئے۔ جو لوگ اردگرد کھڑے ہوئے تھے، وہ بھی نزدیک آنے لگے۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ کے دیدار کا شوق تڑپاتا تھا، وہ اعتراض کرنے لگے کہ بھیڑ کی وجہ سے ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں ہو رہی ہے۔

اسی لئے اونٹوں کے پالانوں سے ایک منبر بنایا گیا تاکہ آپؐ اوپر تشریف لے جائیں اور آخری مرتبہ اپنی امت کے اجتماع اور ان کے اتحاد کا نظارہ کریں۔

اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کے لئے سب سے زیادہ خوشی اسی بات کی تھی کہ ان کی امت متحد تھی۔

خدایا! یہ اتحاد اور یہ ہمبستگی کبھی افتراق میں تبدیل نہ ہو!

جب سے رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے اور جب سے آپؐ نے اپنے دین کی جانب علی الاعلان دعوت کا سلسلہ شروع کیا تھا، سب سے زیادہ فکر آپؐ کو اسی بات کی تھی کہ میرے وصال کے بعد اس امت کی امامت کا فریضہ کون انجام دے گا؟ اور آپؐ کے راستے

کو جاری رکھنے والا کون ہوگا؟

البتہ نبی اکرم ﷺ نے کئی بار اشاروں کنایوں میں اور بعض اوقات واضح طور پر اپنے بعد ہونے والے جانشین کے بارے میں لوگوں کو بتا دیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ خدا کا حکم ہے کہ اس بے مثال اجتماع میں، اس یادگار سال میں اور اس خشک اور جلتے ہوئے صحرا میں ایک بار پھر لوگوں کو بتادیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں کا امام اور رہبر کون ہوگا؟ تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

رسولِ خدا نے منبر پر کھڑے ہوکر لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے کا اشارہ کیا تو لوگوں کی چہ میگوئیاں بند ہو گئیں۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں اب جلد ہی اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہوں گا اور تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا۔ اے لوگو! تم میرے بارے میں کس طرح گواہی دوگے؟''

لوگوں کی گریہ وزاری کی آواز بلند ہوگئی۔ اکثر مسلمان رو رہے تھے۔

رسولِ خدا اپنے سوال کا جواب سننے کے منتظر ہیں۔ بالآخر لوگوں نے اپنے آنسوؤں پر قابو پایا اور پھر یک آواز ہو کر بولے: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی رسالت کو بخوبی انجام دیا اور جو کچھ ہماری مصلحت میں تھا وہ آپؐ نے ہمیں بتایا اور اس پر عمل کیا۔۔۔''

حضورؐ نے فرمایا: ''کیا تم لوگ اللہ کی وحدانیت، میری رسالت اور روزِ قیامت کی گواہی دیتے ہو؟''

''ہاں! ہم گواہی دیتے ہیں۔'' لوگوں نے فوراً جواب دیا۔

آپؐ نے یہ سُن کر آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور فرمایا: ''اے خدا! گواہ رہنا۔''

مسلمان ابھی تک منتظر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں کس لئے روکا ہے؟ آپؐ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی آواز آئی: ''اے لوگو! میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا لیکن دو اہم چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں۔ یہ بتاؤ تم ان کے ساتھ کیسا سلوک کرو گے؟''

''یا رسول اللہ! وہ دو چیزیں کیا ہیں؟'' کسی نے سوال کیا۔

آپؐ نے فوراً جواب دیا: ''پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے۔ اے لوگو! قرآن مجید ایک طرف سے اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسری طرف سے تمہارے ہاتھ میں ہے۔ قرآن سے دستبردار نہ ہونا اور نہ گمراہ ہونا۔''

نبی اکرم ﷺ یہ کہہ کر ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئے اور ایک گہری سانس لے کر دوبارہ فرمایا:

''اور دوسری چیز میرے اہلبیتؑ ہیں۔ خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ بہشت میں یہ دونوں مجھ سے مل جائیں گے۔ اے لوگو! تم کبھی ان دو سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور ان سے پیچھے بھی نہ ہٹنا کہ اس صورت میں بھی ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔''

اللہ کے رسول ﷺ ایک بار پھر خاموش ہو گئے اور لوگوں کے درمیان کسی کو ڈھونڈنے لگے۔ جب آپؐ کی نظر علیؑ پر پڑی تو جھک کر ان کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اونچا کر دیا۔ اب رسول خدا ﷺ اور شیر خدا دونوں ایک ساتھ کھڑے ہیں اور تمام لوگ انہیں دیکھ رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے خوشی سے سرشار لہجے میں فرمایا:

''اے لوگو! کون ہے جو مسلمانوں پر خود ان سے زیادہ حق رکھتا ہے؟''

لوگوں نے فوراً جواب دیا: ''اللہ اور اس کا رسولؐ اس سوال کا جواب بہتر جانتے ہیں۔''

پھر پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ میرا مولا اور میرا رہبر ہے اور میں مومنوں کا مولا اوران کا رہبر ہوں اوران پرخودان سے زیادہ حق رکھتا ہوں۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں، اس کے علیؑ مولا ہیں۔''

ایک بار پھر مجمع پر سکوت چھا گیا۔ رسولِ خدا ﷺ نے چند لمحوں کے بعد دوسری اور تیسری بار بھی علیؑ کے بارے میں یہی بات بیان فرمائی اور پھر آسمان کی جانب سر اٹھا کر حضرت علیؑ اوران کے ساتھیوں کے لئے دعا کی:

''خدایا! اس کے دوستوں سے دوستی رکھ، اوراس کے دشمنوں سے دشمنی۔

پروردگار! جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس کو تکلیف دے تو اسے تکلیف دے۔

خدایا! اس کا ساتھ دینے والوں کی تو مدد فرما اور جو اس سے دوری کریں تو انہیں اپنی مدد سے محروم فرما۔

اے خدا! حق کو اس کے ساتھ رکھ اوراسے حق سے جدا نہ کر۔''

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''جو لوگ یہاں موجود ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ یہ بات دوسروں تک بھی پہنچادیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا خطبہ مکمل ہو گیا لیکن اللہ کی طرف سے کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کا بدن مبارک پسینہ میں شرابور ہے۔ لوگ بھی گرمی کی شدت سے بے حال ہو رہے ہیں۔ لوگ چاہتے ہیں کہ جلد از جلد متفرق ہو کر اپنے لئے کوئی سایہ تلاش کریں کہ اسی دوران جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی پہنچی:

''آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔''

یہ خوشخبری پیغمبر اکرم ﷺ نے لوگوں تک پہنچائی اور پھر فرمایا:

''اللہ اکبر! وہی اللہ کہ جس نے اپنے دین کو کامل اور اپنی نعمت کو ہم پر تمام کیا ہے اور میری نبوت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت سے راضی ہوا۔''

لوگ بھی رسول اللہ ﷺ کی خوشی میں شریک ہو گئے اور ہر طرف خوشیوں کے پھول برسنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ کے بڑے بڑے صحابی کوشش کرنے لگے کہ دوسروں سے پہلے علیؑ کو ان کی امامت کی مبارکباد پیش کریں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بھی دوسروں سے سبقت لے کر علیؑ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ''مبارک ہو آپ کو اے فرزند ابوطالب آپ کو مبارک ہو! آپ ہمارے اور تمام مومنین و مومنات کے مولا بن گئے ہیں۔''

عبد اللہ بن عباس نے ان کے بعد کہا: ''خدا کی قسم! یہ عہد سب لوگوں کی گردن پر رہے گا۔''

شاعر رسولؐ، حسان بن ثابت نے اس عظیم موقع پر کچھ اشعار کہنے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی۔ آپؐ نے اجازت دی تو حسان نے شعر کہے:

نبی نے غدیر کے دن اور خُم کی سرزمین پر انہیں پکارا۔ اور کیا عظیم پکارنے والا ہے!

فرمایا: تمہارا مولا کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ!

پیغمبر اکرم ﷺ نے علی علیہ السلام سے فرمایا: کھڑے ہو جاؤ کہ میں نے تمہیں اپنے بعد لوگوں کا امام قرار دیا ہے۔۔۔

۱۶۔ رکوع میں زکوٰۃ

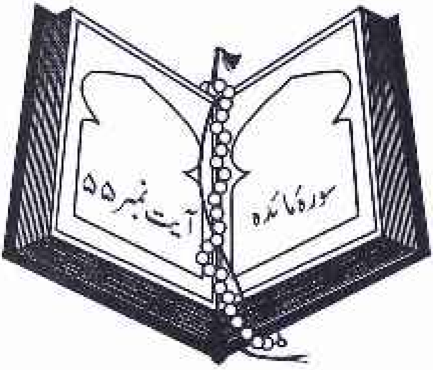

ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

یہ مدینہ ہے اور یہ مسجد النبی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جگہ پر مسلمانوں کے ساتھ نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ اگر کوئی اہم خبر مسلمانوں کو دینی ہو تو یہ کام بھی اسی مسجد کے اندر کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یا کچھ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کرنا چاہتے ہوں تو اس کا وقت بھی یہیں پر طے کیا جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان کسی بات پر اختلاف ہو جائے یا ایک دوسرے سے کوئی شکوہ شکایت ہو تو یہیں پر اس کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے درمیان صلح کروادی جاتی ہے۔

اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے مشورہ کرنا چاہیں تو وہ مسلمانوں کے ساتھ اسی مسجد میں مشورہ کرتے ہیں اور لوگوں سے ان کی رائے لیتے ہیں۔

مختصر یہ کہ مدینہ کی مسجد النبی مسلمانوں کا سیاسی اور اجتماعی مرکز ہے۔ اور آج ایک فقیر مسلمانوں سے مدد حاصل کرنے کے لئے اسی مسجد میں آکر آواز دے رہا ہے۔

''اے بھائیو! تم میں سے کون میری ضرورت پوری کرے گا!''

لیکن کوئی اس کی مدد کے لئے نہیں اٹھا۔ جیسے کسی نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

''میں ایک ضرورت مند آدمی ہوں اور اپنے دینی بھائیوں سے مدد کا خواستگار ہوں، ہے کوئی جو میری مدد کرے؟''

فقیر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور نمازیوں کی طرف دیکھنے لگا۔لیکن ایسا لگ رہا ہے جیسے وہاں اس کی آواز سننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔

وہ فقیر بار بار آواز لگانے کے لئے تیار ہے لیکن کوئی سنے تو سہی۔ جب وہ لوگوں سے مایوس ہو گیا تو اس کی زبان پر تالا لگ گیا۔ اس لئے اس نے اس مرتبہ لوگوں کے بجائے خدا سے مخاطب ہونے کا فیصلہ کیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا!

''خدایا! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسول ﷺ کی مسجد میں مدد کی درخواست کی لیکن کسی نے میری طرف دیکھا تک نہیں!''

علی علیہ السلام بھی اس وقت مسجد النبی میں موجود تھے اور ایک کونے میں مستحب نماز پڑھ رہے تھے۔ جب فقیر نے خدا کی بارگاہ میں شکوہ ختم کیا تو اس وقت علی علیہ السلام رکوع میں تھے۔

اچانک فقیر کو محسوس ہوا کہ علی اسے قریب آنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی تھی جو وہ فقیر کو دینا چاہ رہے تھے۔ فقیر نے جب علی علیہ السلام کے اشارے کو سمجھ لیا تو آگے بڑھ کر حضرت کی انگلی سے انگوٹھی نکال لی اور پھر علی علیہ السلام کو دعا دینے لگا:

''اے علی علیہ السلام! خدا تجھے اس سے بہتر عطا کرے۔''

حضرت علی نے نماز کو جاری رکھا۔ دوسرے مسلمان بھی اپنی اپنی عبادتوں میں مشغول تھے۔لیکن حضرت علی علیہ السلام کی یہ عجیب و غریب بخشش اور ایک عبادت (نماز) کے دوران دوسری عبادت (زکاۃ) کا انجام دینا اور وہ بھی صرف خوشنودئ خدا کے لئے، یہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنی اہم بات تھی کہ اس نے علی کے مقام و مرتبہ کے بارے میں اپنے رسول ﷺ پر آیات نازل فرمائیں۔

ایمان والو! بس تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور وہ صاحبانِ ایمان جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

۱۷۔ ہجرت حبشہ

آپ دیکھیں گے کہ صاحبانِ ایمان سے سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور ان کی محبت سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں۔۔۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں بہت سے قسیس اور راہب پائے جاتے ہیں اور یہ متکبر اور برائی کرنے والے نہیں ہیں۔

اور جب اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے اور کہتے ہیں کہ پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں لہذا ہمارا نام بھی تصدیق کرنے والوں میں درج کرلے۔

بھلا ہم اللہ پر اور اپنے پاس آنے والے حق پر کس طرح ایمان نہ لائیں گے جب کہ ہماری خواہش ہے کہ پروردگار ہمیں نیک کردار بندوں میں شامل کرلے۔

تو اس قول کی بناء پر پروردگار نے انہیں وہ باغات دے دیئے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ انہیں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں کہ یہی نیک کردار لوگوں کی جزا ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کرلیا اور ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو وہ لوگ جہنمی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ابتدائی سال تھے۔ آپؐ نے علی الاعلان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو مسلمانوں کی امیدوں کے پھول کھلنے لگے۔ وہ اس وقت مکہ شہر میں اقلیت میں تھے لیکن ان کے دل میں امید کی شمع روشن تھی۔

اس زمانے میں عربوں کے طاقتور ترین قبیلے قریش نے دوسرے قبیلوں کو یہ تاکید کردی تھی کہ مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لیے اب سنجیدہ کوشش کرنا ہوگی تاکہ ان کے روز بروز بڑھتے ہوئے دین کو روکا جائے۔

مکہ کے تمام قبیلوں نے اسلام اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی اپنی تجویزیں دیں اور بالآخر یہ فیصلہ کیا گیا کہ محمدؐ پر ایمان لانے والے لوگوں کو خود ان کا اپنا قبیلہ سزا دے۔

اس فیصلے پر عمل درآمد شروع ہوا تو مسلمانوں کی جان و مال محفوظ نہ رہا۔ اور کس قدر مشکل ہے کہ انسان اپنے ہی شہر میں اور اپنے ہی خاندان میں بھی محفوظ نہ رہے۔

اگر اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سے اجازت دی جاتی اور مسلمان بھی ترکی بہ ترکی

جواب دیتے تو شاید مشرکین مکہ اپنے فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے پر مجبور ہو جاتے لیکن حضور ﷺ نے مسلمانوں کو صبر و تحمل کی تاکید کی ہوئی تھی۔

تو اب کیا کیا جائے؟

کیا مکہ سے باہر نکل جانے کی صورت میں ان کی مشکل حل ہو سکتی ہے؟

ان دنوں تو پورا حجاز ہی مسلمانوں کے لئے خطرناک تھا۔ قریش کے جاسوس ہر جگہ مسلمانوں کا تعاقب کر سکتے تھے۔ بنابریں حجاز سے دور ایک ایسا مرکز درکار تھا جہاں مسلمان پناہ حاصل کر سکیں۔

لیکن کس جگہ کا انتخاب کیا جائے؟

حبشہ! اللہ کے رسول ﷺ نے اس سرزمین کا انتخاب کیا۔

اس وقت حجاز کے پڑوس میں واقع سرزمین حبشہ کا انتخاب ہجرت کے لئے بہترین نظر آ رہا تھا۔

رسولِ خدا ﷺ نے حجاز سے باہر ایک مرکز کے لئے حبشہ کا انتخاب کیوں کیا؟

آپؐ نے فرمایا: ''حبشہ کا فرمانروا ایک نیک انسان ہے۔ جو ظلم و ستم سے روکتا ہے۔ تم لوگ اس وقت تک کے لئے وہاں چلے جاؤ جب تک کہ خدا ہمارے لئے مناسب موقع فراہم نہ کر دے۔''

اس زمانے میں حبشہ کے فرمانروا کا نام ''اصحمہ'' تھا۔ وہاں کے لوگ اپنے ہر حکمران کو ''نجاشی'' کہتے تھے۔

اب اُن مسلمانوں کو حبشہ چلے جانا ہے جو زیادہ خطرے میں ہیں تاکہ نجاشی اور اس کے عدل و انصاف کے زیرِ سایہ غیر معینہ مدت تک وہیں قیام کریں۔

اس طویل سفر اور جبری ہجرت کے لئے گیارہ مرد اور چار عورتیں روانہ ہوئیں۔ اسی کو

"ہجرت اول" کہا جاتا ہے جو رجب کے مہینے میں بعثت کے پانچویں سال واقع ہوئی۔

حبشہ جانے والوں کو یہ موقع مل سکتا تھا کہ وہ آزادی سے خدا کی عبادت کریں اور اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزاریں۔

چند مہینوں کے بعد حضرت علی علیہ السلام کے بھائی جعفر بن ابوطالب بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حبشہ پہنچ گئے اور اس طرح سے حبشہ میں مسلمانوں کی ایک مختصری آبادی وجود میں آ گئی جس میں ۸۲ مردوں کے علاوہ کچھ عورتیں اور چند بچے بھی شامل تھے۔

مشرکین مکہ کو بہت جلد مسلمانوں کی ہجرت کے بارے میں علم ہو گیا۔ انہوں نے ان مہاجروں کو مکہ واپس لانے کے لئے آپس میں مشورہ کیا اور پھر دو چالاک اور چرب زبان مشرکوں عمرو عاص اور عمارہ ابن ولید کو نجاشی اور ان کے درباریوں کے لئے تحفے تحائف لے کر حبشہ روانہ کر دیا۔

نجاشی کے کچھ سرداروں نے تحفے لے کر ان لوگوں کو نجاشی کے ساتھ ملاقات کا موقع فراہم کر دیا۔ جب یہ لوگ نجاشی کے حضور پہنچے تو عمرو عاص بولا:

"ہم مکہ کے سفیر ہیں اور اپنی سرزمین کے سرداروں کی جانب سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ اے نجاشی! ہمارے کچھ لاابالی لڑکوں اور کم عقل نوجوانوں نے بزرگوں سے سرکشی کرتے ہوئے ان کے دین کی مخالفت شروع کر دی ہے اور خداؤں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے فتنہ و فساد برپا کر دیا ہے۔ یہ لوگ اس وقت آپ کی مہربانی اور حسن اخلاق سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہاں آ گئے ہیں۔ اے نجاشی! مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ وہ یہاں پر بھی شورش برپا کریں گے اور فساد پھیلائیں گے۔ اس لئے ہم انہیں لینے کے لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔"

عمرو عاص نے اپنی بات پوری کرنے کے بعد وہ تحفے نجاشی کی خدمت میں پیش کئے

جو وہ لوگ خاص اسی کے لئے لائے تھے۔

عمرو عاص کے پُر فریب جملوں نے نجاشی کے درباریوں کو دھوکے میں مبتلا کر دیا۔ اس لئے کچھ تو اس کی بات سن کر اثبات میں سر ہلانے لگے اور کچھ لوگ اپنی بھنویں سکیڑ کر اپنی تشویش کا اظہار کرنے لگے۔

لیکن نجاشی سوچ میں ڈوب گیا۔

اس کے بہت سے درباری دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ:

سوچ کیا رہے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ مکہ کے مالداروں کی طرف سے آنے والے عمرو عاص سے دوستی کرنے کی صورت میں ہم سب فائدہ میں رہیں گے۔

ابھی ملنے والے تحائف تو صرف ایک نمونہ ہیں۔ آئندہ اس سے بہتر تحفے ملیں گے۔

لیکن عمرو عاص کی باتوں سے جو نتیجہ نجاشی نے نکالا تھا اس نے اُسے فکر میں مبتلا کر دیا تھا۔ آخر چند نوجوان ان کے پرانے اور قدیم مذہب کے لئے خطرہ کیسے بن سکتے ہیں؟

مکہ کے سرداروں کا یہ سفیر کہ جس کی باتوں سے مکر و فریب برس رہا ہے کیوں اس قدر خوفزدہ ہے؟

آخر ایک اقلیت کا عقیدہ مکہ والوں کے دین و مذہب کو نقصان کیسے پہنچا سکتا ہے؟

آخر حجاز میں ہو کیا رہا ہے؟

بالآخر نجاشی نے سر اٹھا کر عمرو عاص سے کہا: ''پہلے میں مہاجروں سے بات کرلوں۔''

عمرو عاص نے نجاشی کی بات کو کاٹتے ہوئے گستاخی سے کہا: ''لیکن حضور۔۔۔''

نجاشی نے قہر آلود نگاہوں سے اسے گھورا تو وہ خاموش ہو گیا۔ نجاشی بولا: ''تمہارا اور مہاجروں کا مسئلہ ایک مذہبی اور فکری معاملہ ہے۔ اس لئے پہلے وہ خود آ کر اپنا موقف بیان کریں اور ہمارے علمائے دین ان کی باتیں سنیں۔ پھر ہم کچھ فیصلہ کریں گے۔''

یہ کہہ کر نجاشی اُٹھ گیا اور دوسرے دن ملاقات کا وقت دے کر دربارے رخصت ہو گیا۔

جب مسلمان مہاجروں کو سارے ماجرا کا علم ہوا تو انہوں نے بھی فیصلہ کیا کہ اپنے درمیان سے کسی بہترین شخص کو چن لیں۔

لیکن وہ شخص کون ہوگا؟ اسے کیسا ہونا چاہیے؟

وہ شخص ایسا ہونا چاہیے جو اسلامی روایات سے پوری طرح واقف ہو اور خوبصورت طریقے سے وہ نجاشی اور اس کے درباریوں کے سامنے حقائق بیان بھی کر سکے۔

مسلمانوں کو حضرت علی علیہ السلام کے بھائی جعفر بن ابو طالب سے بہتر کوئی نظر نہیں آیا۔ چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ کل صبح نجاشی کے سامنے جعفر ہی ان کے ترجمان ہوں گے۔

وہ رات مکہ سے آنے والے سفیروں کے لئے بہت طویل ہو گئی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کل کیا ہوگا؟ اسی فکر میں انہیں نیند بھی نہیں آ رہی تھی۔ نجاشی کا ردِ عمل ان کی سمجھ سے باہر تھا کہ آخر اس نے چند مفرور باغی ہمارے حوالے کیوں نہیں کر دیئے کہ ہم جلدی واپس لوٹ جاتے۔۔؟

آخر کل کیا ہوگا؟ مسلمان کل نجاشی کے سامنے کیا بولیں گے؟ کیا کریں گے۔؟

لیکن مسلمان خدا کے لطف و کرم کی امید میں ساری رات مطمئن رہے تا کہ دوسرے دن پورے اعتماد اور حوصلے کے ساتھ نجاشی کے دربار میں جا سکیں۔

صبح ہوئی اور کفارِ مکہ کے سفیر اور مسلمان، سب نجاشی کے دربار میں پہنچ گئے۔ جب نجاشی نے مسلمانوں سے کہا کہ اب وہ اپنے دین کے بارے میں کچھ بتائیں تو جعفر طیار ایک قدم آگے بڑھے اور بولے:

''اے نجاشی! جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں تیری سرزمین کی طرف بھیجا تھا تو تیری عدالت کی بڑی تعریف کی تھی اور ہمیں بتایا تھا کہ حبشہ کا حکمران اچھی سوچ کا مالک اور

قابلِ اعتماد انسان ہے۔"

جعفر کی پُرسوز آواز نے نجاشی کے دل پر اثر کیا اور اس کے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے حالانکہ قریش کے سفیروں کی اتنی تعریفیں سن کر بھی وہ خوش نہیں ہوا تھا۔ کیوں؟

شاید اس مکاری کی وجہ سے جو عمرو عاص کی باتوں سے ٹپکتی تھی اور نجاشی نے اسے اچھی طرح محسوس کرلیا تھا۔ جو بادشاہ تعریف و تمجید کے بجائے حق کا متلاشی ہو، اس کے سامنے ایسی تازہ باتیں کرنی چاہئیں جس سے حقیقت کا اظہار بھی ہوتا ہو اور جعفر کی باتیں ایسی ہی تھیں جو نسیم صبح کی مانند نجاشی کی روح کو تازگی بخش رہی تھیں۔

عمرو عاص نے نجاشی کا خوشی سے بھرپور چہرہ دیکھا تو پریشان ہوگیا اور آگے بڑھ کر کچھ کہنا چاہا لیکن نجاشی نے اسے اشارے سے اپنی جگہ لوٹ جانے کا حکم دیا۔

جعفر ابن ابوطالب نے ٹھنڈی اور گہری سانس لے کر عمرو عاص کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا: "اس سے پوچھیے کہ کیا ہم مکہ کے سرداروں کے غلام ہیں یا آزاد انسان ہیں؟"

عمرو عاص نے فوراً وہیں کھڑے کھڑے کہا: "تم لوگ آزاد ہو۔"

جعفر ابن ابوطالب نے عمرو عاص سے ہم کلام ہونے کے بجائے نجاشی سے پھر سوال کیا: "کیا ہم مکہ والوں کے مقروض ہیں اور ان کا مال لے کر بھاگ آئے ہیں اور اب وہ ہمارا تعاقب کررہے ہیں؟"

نجاشی نے سوالیہ نگاہوں سے عمرو عاص کی جانب دیکھا تو وہ نفی میں سر ہلا کر بولا: "نہیں ہمارا کوئی قرضہ تم لوگوں پر نہیں ہے۔"

"کیا ہم نے ان کے کسی آدمی کو قتل کیا ہے جو ہمیں سزا ملنی چاہیے؟" یہ سوال بھی جعفر نے نجاشی سے ہی کیا تھا؟

''نہیں تم نے ایسا بھی کوئی کام نہیں کیا ہے۔'' عمرو عاص نے بے چارگی سے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔

اس مرتبہ جعفر نے عمرو عاص کی طرف رخ کیا اور بڑے اطمینان کے ساتھ پوچھا: ''پھر آخر تم لوگ ہم سے کیا چاہتے ہو؟ کیوں تم نے ہمیں اس قدر اذیتیں دیں کہ ہم اپنے گھر، اپنے وطن اور اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر یہاں آنے پر مجبور ہو گئے؟''

عمرو عاص نے دیکھا کہ اب معاملہ اس کے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے تو اس نے زیر لب جعفر کو برا بھلا کہا اور غصے سے انہیں گھورنے لگا۔

''ہم جاہل تھے۔ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ مردار کا گوشت کھاتے تھے اور دوسرے برے کام کیا کرتے تھے۔ لیکن پروردگار نے ہمارے درمیان اپنا رسول بھیجا تاکہ ہم برائیوں سے نکل آئیں۔۔۔''

اس کے بعد جعفر نے چند اسلامی تعلیمات بیان کیں۔ ان میں سے کوئی بھی نجاشی اور اس کے درباریوں کو عقل کے برخلاف محسوس نہیں ہوئیں۔

نجاشی نے جعفر کی باتیں سننے کے بعد گہری سانس لی اور عمرو عاص سے مخاطب ہو کر بولا: ''حضرت عیسیٰ بھی انہی تعلیمات کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے۔''

پھر جعفر کی جانب رخ کر کے پوچھنے لگا: ''کیا کچھ ایسی باتیں تمہیں یاد ہیں جو تمہارے پیغمبر ﷺ پر نازل ہوئی ہیں؟''

جعفر نے اثبات میں جواب دیا اور پھر سورہ مریم کی کچھ آیات کی تلاوت شروع کر دی۔ عمرو عاص جو خود کو بہت مکار اور چالاک سمجھتا تھا، اس نے دیکھا کہ جعفر اس سے بھی زیادہ ہوشیار اور ذہین انسان ہیں۔

ان آیات کے انتخاب میں جعفر نے جس سمجھداری کا ثبوت دیا، اس سے عمرو عاص اور

اس کے ساتھی کو اچھی طرح محسوس ہو گیا کہ جعفر کے سامنے ان کی دال گل نہیں سکتی کیونکہ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی مادر گرامی کا ذکر بہت اچھے انداز میں کیا گیا ہے اور انھیں ہر قسم کے الزام سے بری الذمہ قرار دیا گیا ہے۔

عیسائی علماء جو اس وقت نجاشی کے دربار میں موجود تھے، حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ کے بارے میں قرآن کا یہ فیصلہ سُن کر بہت خوش ہوئے اور خوشی سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ دل ہی دل میں محمدؐ اور قرآن کی تعریف کر رہے تھے۔

نجاشی کے دل کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

نجاشی اور عیسائی علماء دیکھ رہے تھے کہ مکہ میں مبعوث ہونے والا پیغمبر اور یہ دین بی بی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس انداز سے کرتا ہے کہ جو ان کے لئے بھی بالکل نیا ہے۔ اگر عیسائی علماء بھی یہ چاہتے کہ بی بی مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خوبصورت ترین کلمات کا استعمال کریں تو انہیں بھی قرآن سے بہتر الفاظ نہیں مل سکتے تھے۔

غصہ اور بے بسی عمرو عاص کی برداشت سے باہر ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ نجاشی سے اجازت لئے بغیر چند قدم مسلمانوں کی جانب بڑھا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر دھمکی آمیز لہجے میں کہنے لگا: ''کچھ بھی ہو، تمہیں ہمارے ساتھ مکہ چلنا ہو گا۔''

نجاشی نے عمرو عاص کی یہ دھمکی سنی اور جسارت دیکھی تو اپنے تخت سے کھڑا ہو کر عمرو عاص کے قریب پہنچا اور ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر رسید کیا اور غصے سے بولا: ''خاموش ہو جاؤ! خدا کی قسم اگر اس سے زیادہ ان لوگوں سے کچھ بولا تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔''

اس کے بعد نجاشی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا: ''ان کے تحفے ان کو واپس لوٹا دو اور انہیں آج ہی ہماری سرزمین سے باہر نکال دو۔''

جن درباریوں نے ان سے تحفے لئے تھے انہوں نے بھی نجاشی کے خوف سے وہ تحفے فوراً عمرو عاص اور عمارہ بن ولید کے سامنے رکھ دیے۔

اس دن کے بعد وہاں کے لوگ مسلمانوں کی بہت زیادہ عزت کرنے لگے اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے کی زیادہ آزادی مل گئی۔ اسی لئے چند سال بعد یہاں رہنے والے مسلمان مہاجروں کی تعداد مزید بڑھ گئی۔

ادھر مدینے میں مسلمانوں کا غلبہ ہوگیا اور آپؐ کے اور کفار مکہ کے درمیان صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوگیا۔ جب مسلمانوں کے غلبے اور صلح کی خبر حبشہ جانے والے مسلمان مہاجروں کو ملی تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب انہیں اپنے وطن کی طرف واپس لوٹ جانا چاہئے۔

جس دن جنگِ خیبر میں خیبر کا قلعہ فتح ہوا، اسی دن کچھ لوگ دور سے اسلامی لشکر کی طرف آتے دکھائی دیے۔ اُن کے حلیے سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو رہی تھی کہ وہ بہت دور سے سفر کر کے آئے ہیں۔ مسلمان قلعۂ خیبر کو فتح کرنے کی خوشیاں منا رہے تھے۔ جب انہوں نے دور سے لوگوں کو آتے دیکھا تو وہ انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں کون آ رہا ہے؟

اسی دوران انہوں نے ایک سوار کو آنے والوں کی طرف بھیجا تاکہ وہ معلوم کرکے آئے کہ یہ کون لوگ ہیں؟ گھڑسوار تیزی سے گھوڑا دوڑاتا ہوا گیا اور جلدی ہی واپس آ گیا اور دور ہی سے چلایا:

''یہ لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مہاجر ہیں۔''

یہ خبر سُن کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور سب نے مل کر خوشی کے نعرے بلند کیے۔

رسول اکرم ﷺ نے جب جعفر بن ابی طالب اور دوسرے مہاجروں کو دیکھا تو فرمایا:

''سمجھ میں نہیں آتا کہ خیبر کی فتح کی خوشی مناؤں یا جعفر کی واپسی کی!''

ان مہاجروں کے ساتھ کچھ لوگ حبشہ کے بھی تھے جو مسلمان ہوگئے تھے۔ ان کے

علاوہ نجاشی کے نزدیکی ساتھیوں میں سے بھی تیس افراد ان کے ساتھ آئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے آنے والوں کو سورہ یٰسٓ کی آیات ہدیہ فرمائیں۔ ان آیات نے ان کے دل پر اس طرح اثر ڈالا کہ وہ سب رونے لگے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی بولا: ''یہ آیات عیسیٰ مسیح کی سچی تعلیمات سے کس قدر نزدیک ہیں!'' اس کے بعد سب لوگوں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور اسی وقت اللہ تعالیٰ نے نئے مسلمان ہونے والے عیسائیوں کے ایمان کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیات نازل فرمائیں:

ترجمہ:

آپ دیکھیں گے کہ صاحبانِ ایمان سے سب سے زیادہ عداوت رکھنے والے یہودی اور مشرک ہیں اور ان کی محبت سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں۔۔۔ یہ اس لئے ہے کہ ان میں بہت سے قسیس اور راہب پائے جاتے ہیں اور یہ متکبر اور برائی کرنے والے نہیں ہیں۔

اور جب اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو جاتے ہیں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے اور کہتے ہیں کہ پروردگار ہم ایمان لے آئے ہیں لہذا ہمارا نام بھی تصدیق کرنے والوں میں درج کر لے۔

بھلا ہم اللہ اور اپنے پاس آنے والے حق پر کس طرح ایمان نہ لائیں گے جب کہ ہماری خواہش ہے کہ پروردگار ہمیں نیک کردار بندوں میں شامل کر لے۔

تو اس قول کی بناء پر پروردگار نے انہیں وہ باغات دے دیئے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ انہیں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں کہ یہی نیک کردار لوگوں کی جزا ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کر لیا اور ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو وہ لوگ جہنمی ہیں۔

۱۸۔گوشہ نشینی

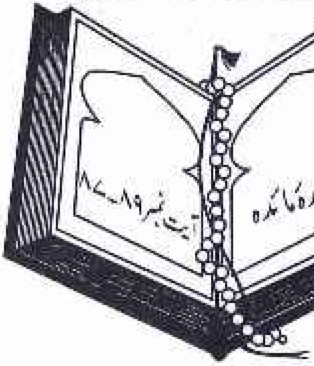

اے ایمان والو! جن چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں حرام نہ بناؤ۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

اور جو اس نے رزقِ حلال و پاکیزہ دیا ہے اس کو کھاؤ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس پر ایمان رکھنے والے ہو۔

خدا تم سے بے مقصد قسمیں کھانے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گرہ دل نے باندھ لی ہے ان کی مخالفت کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے۔۔۔ پھر اگر یہ سب ناممکن ہو تو تین روزے رکھو۔۔۔ کہ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔ جب بھی تم قسم کھا کر اس کی مخالفت کرو لہذا اپنی قسموں کا تحفظ کرو کہ خدا اس طرح اپنی آیات کو واضح کر کے بیان کرتا ہے کہ شاید تم اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔

جب پیغمبر اکرم ﷺ نے قیامت کے بارے میں اور قیامت کے دن انسانوں پر پڑنے والی مصیبتوں کے بارے میں مسلمانوں کو بتایا تو وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور کچھ لوگ تو دھاڑیں مار مار کر رونے بھی لگے۔

کچھ لوگ یہ سوچنے لگے کہ ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟ اور ہمارا کیا ہوگا۔؟

کچھ لوگوں نے اسی وقت زندگی کی لذتوں اور آرام کو اپنے اوپر حرام کر لینے اور ان کی جگہ دوسرے کام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

بلال نے قسم کھائی کہ ہر روز روزہ رکھوں گا۔

عثمان بن مظعون نے یہ عہد کر لیا کہ اپنی بیوی سے دور رہوں گا اور راتوں کو زیادہ تر بیدار رہ کر نماز پڑھوں گا۔

☆......☆......☆

ایک دن عثمان بن مظعون کی بیوی بی بی عائشہ کے پاس آئی۔ بی بی عائشہ نے دیکھا کہ اس کا حلیہ بہت ہی خراب ہے۔ بی بی نے یہ دیکھا تو کہا:

''تو جوان اور خوبصورت ہے۔ اپنا خیال کیوں نہیں رکھتی؟ زینت کیوں نہیں کرتی؟''

’’کس کے لئے زینت کروں؟‘‘ عثمان بن مظعون کی بیوی نے کہا۔
’’اپنے شوہر کے لئے اور کس کے لئے۔‘‘ بی بی عائشہ نے کہا۔
یہ سن کر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا: ’’کیا فائدہ اس کی خاطر زینت کرنے کا؟‘‘
’’کیا مطلب؟‘‘ بی بی عائشہ اس کی بات نہیں سمجھی۔
عثمان بن مظعون کی بیوی کہنے لگی۔ ’’میرے شوہر نے کچھ عرصہ پہلے مجھے چھوڑ دیا ہے اور رہبانیت (یعنی لوگوں سے کنارہ کشی کر کے تنہائی میں عبادت کرنا) اختیار کر لی ہے۔‘‘
جب اس گفتگو کی تفصیل حضور اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپؐ بہت ناراض ہوئے اور آپؐ نے فوراً مسلمانوں کو مسجد میں پہنچنے کا حکم دیا۔
جب مسجد میں مسلمان آ گئے تو آپؐ منبر پر تشریف لے گئے اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:
’’اے لوگو! تم میں سے کچھ لوگوں نے بعض حلال چیزوں کو اپنے اوپر کیوں حرام کر لیا ہے؟‘‘
لوگ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ آپؐ نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی اور پھر سکوت کو توڑتے ہوئے فرمایا: ’’اے مسلمانو! میں اپنی سنت تمہیں بتاتا ہوں۔ اور جو بھی اس کے علاوہ کچھ اور کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔ جان لو کہ میں رات میں کچھ دیر سوتا ہوں۔ اپنی بیویوں کے ساتھ زندگی گزارتا ہوں۔ ہر روز روزہ بھی نہیں رکھتا۔‘‘
حضور اکرم ﷺ یہ فرما کر ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔ لوگ بھی خاموش تھے۔ اپنے اپنے طرزِ عمل کے بارے میں غور و فکر کرنے لگے لیکن زیادہ تر لوگ حضور ﷺ کی جانب دیکھ رہے تھے اور آپؐ کی باتوں کو سننے کے منتظر تھے۔
رسولِ اکرم ﷺ ایک بار پھر گویا ہوئے: ’’یاد رکھو کہ میں تمہیں ہرگز نہیں کہتا کہ عیسائی راہبوں کی طرح دنیا کو چھوڑ دو۔ کیونکہ معاشرے سے جدائی (گوشہ نشینی) اور عیسائی راہبوں کی سنت پر چلنا میرے دین میں نہیں ہے۔ اے لوگو! جانتے ہو کہ میری امت کی

رہبانیت کس چیز میں ہے؟''

لوگوں نے کوئی جواب نہیں دیا اس لئے کہ وہ اس کا جواب خود آپ کی زبان مبارک سے سننا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

''میری امت کی رہبانیت جہاد میں ہے۔ اے لوگو! تم لوگ اپنی زندگی کو سخت نہ بناؤ کیونکہ پہلے کے کچھ لوگوں نے ایسا کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔''

آپؐ خاموش ہوئے تو کچھ مسلمان کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے دنیا اور اس کی لذتوں کو چھوڑ دینے کے لئے قسم اٹھائی تھی۔ وہ پوچھنے لگے:

''یا رسول اللہ ﷺ: ہم نے ایسا کرنے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ اب ہم کیا کریں؟ جن قسموں پر عمل نہ کر سکتے ہوں، ان کا حکم کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی قرآن کی آیت نازل ہوئی:

ترجمہ:

اے ایمان والو! جن چیزوں کو خدا نے تمہارے لئے حلال کیا ہے انہیں حرام نہ بناؤ۔ اور حد سے تجاوز نہ کرو کہ خدا تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

اور جو اس نے رزق حلال و پاکیزہ دیا ہے اس کو کھاؤ اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس پر ایمان رکھنے والے ہو۔

خدا تم سے بے مقصد قسمیں کھانے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے لیکن جن قسموں کی گرہ دل نے باندھ لی ہے ان کی مخالفت کا کفارہ دس مسکینوں کے لئے اوسط درجہ کا کھانا ہے جو اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے۔۔۔ پھر اگر یہ سب ناممکن ہو تو تین روزے رکھو۔۔۔۔۔۔ کہ یہ

تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب بھی تم قسم کھا کر اس کی مخالفت کرو۔ لہذا اپنی قسموں کا تحفظ کرو کہ خدا اس طرح اپنی آیات کو واضح کر کے بیان کرتا ہے کہ شاید تم اس کے شکر گزار بندے بن جاؤ۔

معصوم بچوں کو قرآنی تعلیمات ذہن نشین کرانے کا سادہ اور دلچسپ انداز

آیت، تصویر اور رنگ

پیشکش:

فون: 6622656